مقامِ رضا

163

مَدِینہ مَدِینہ

ہدیہ: 40 روپے

کھیتی میں برکت

مَدِینہ مَدِینہ

ڈرامہ

نعتِ رسول ﷺ

جس کے آگے حسن پھیکا ہے ہر اک ایوان کا
وہ درِ پر نور ہے کونین کے سلطان کا

اللہ اللہ مصطفیٰ کے شہر کی رعنائیاں
آج بھی جاری ہے چشمہ آپ کے فیضان کا

اے خرد سنگِ درِ سرکار کی عظمت نہ پوچھ
ہم غلاموں کے لیے ہے آئینہ ایمان کا

آمدِ سرکار کے صدقے بیابانِ عرب
کر رہے ہیں پیش منظر آج نخلستان کا

عظمتِ شاہانِ عالم اُن کے رتبے پر نثار
یہ ہے رتبہ آپ کی دہلیز کے دربان کا

دولتِ حُبِّ پیمبر پر ہے یلغارِ عدو
امتحاں مقصود ہے کیا پھر مرے ایمان کا

اہلِ حق نے دین کو رشتوں پہ دے دی فوقیت
مسئلہ جب آگیا اسلام کا ایمان کا

مسئلے حل ہوں گے آئین رسالت کے طفیل
ضامن امن و اماں ہے ضابطہ قرآن کا

عزمِ صدیقی نے فتنوں کے اُٹھے سر خم کیے
دین حق ممنون ہے صدیق کے احسان کا

فکرِ احسنؔ کو بھی کردے یا خدا صدقہ عطاء
حضرتِ ابن رواحہ کعب اور حسان کا

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے...... یکم ربیع الاول ۱۴۴۸ھ...... بمطابق 15 اگست 2026ء بروز ہفتہ...... المؤمنات کے ’’دورہ تزکیہ‘‘ کا باقاعدہ آغاز ہوگیا ہے......

’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَات‘‘

ویسے ابتداء تو جمعہ کے دن ہوئی...... مگر چوبیس گھنٹے کے اعمال کا آغاز ہفتے کے دن سے ہوا...... اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں...... جاری فرمائیں......

الحمد للہ اسی دن اور اسی تاریخ کو ’’مدرسۃ السیاقۃ‘‘ کی پہلی کلاس کا بھی آغاز ہوا...... جماعت کے مدرسہ سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اس کا اہتمام کیا ہے...... اس میں گاڑی اور موٹر سائیکل کی ماہرانہ ڈرائیونگ سکھائی جاتی ہے...... اور اس سلسلے کی دیگر معلومات بھی دی جاتی ہیں...... ملک بھر سے منتخب افراد کا یہ دورہ شروع ہو چکا ہے...... اور ان شاء اللہ ہر ماہ پابندی سے ہوگا...... اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں...... جاری فرمائیں...... ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَات‘‘

الحمد للہ یکم ربیع الاول سے ہی...... ’’دورہ تعلیم الکہرباء‘‘ بھی...... مدرسہ سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے زیر اہتمام شروع ہو چکا ہے...... اس میں شریک افراد کو ’’بجلی‘‘ کا مکمل کام سکھایا جاتا ہے...... یہ دورہ بھی ان شاء اللہ ہر ماہ ہوا کرے گا...... اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں...... جاری فرمائیں

......"اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَات"......

الحمدللہ ان تین...... دورہ جات سے چند روز قبل...... جماعت کے ایک اور مدرسہ کا بھی آغاز ہو چکا ہے...... اُس مدرسہ کا نام "مدرسہ توبۃً نصوحا" ہے...... سچی ، پکی اور خالص توبہ والا مدرسہ...... اس مدرسہ میں اُن نوجوانوں کو داخلہ دیا گیا ہے اور آئندہ بھی دیا جائے گا...... جو "نشے" کے عادی ہو چکے ہیں...... امت مسلمہ کے بہت سے قیمتی نوجوان...... بُری صحبت یا حالات کی تنگی یا ذہنی دباؤ کی وجہ سے "نشے" کی مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں...... اُن میں سے کچھ تو بہت دور نکل گئے ہیں...... اور اپنی واپسی کے تمام راستے بظاہر بند کر چکے ہیں...... مگر اکثریت اُن کی ہے جو...... "مدینہ مدینہ" کی گود میں واپس آنا چاہتے ہیں...... وہ عشقِ حقیقی کی تلاش میں ہیں...... وہ اپنے آقا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر مرمٹنا چاہتے ہیں مگر انہیں...... اس کی سہولت اور راستہ نہیں ملتا......

"مدرسہ توبۃً نصوحاً"...... امت کے اسی قیمتی سرمائے کی بحالی اور حفاظت کے لیے قائم ہو چکا ہے...... اور کام شروع کر چکا ہے...... اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں...... جاری فرمائیں......

"اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَات"......

الحمدللہ...... پرسوں بروز جمعرات...... "الفیۃ الجہاد فی سبیل اللہ" کی پہلی جلد کے پشتو ایڈیشن کا بھی افتتاح ہے...... "الفیہ کا ترجمہ کئی زبانوں میں جاری ہے...... مگر پشتو والے نمبر لے گئے...... اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں......

"اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَات"......

خوش خبریاں تو الحمدللہ...... اور بھی کئی ہیں...... مگر آج انہی پانچ پر "شاکرانہ" اکتفاء کرتے ہیں...... بے شک "مقامِ شکر" ہے...... تمام اہل جماعت مرد اور خواتین دل سے کہیں:......

"اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَات"......

پانچ نئے زرعی فارم

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں...... آخرت کو بھی ’’کھیتی‘‘ قرار دیا ہے...... اور دنیا کو بھی ’’کھیتی‘‘ ...... اسے ہم آج کل کے الفاظ میں ’’زرعی فارم‘‘ کہہ سکتے ہیں...... فصل کاشت کرنا...... یا...... کاشت کی ہوئی فصل...... ان دونوں کو عربی زبان میں ’’حَرث‘‘ کہتے ہیں...... اور فصل کاشت کرنے والے کو ’’حَارِث‘‘ کہتے ہیں...... آئیے پیارے قرآن مجید کی ’’سورۃ شوریٰ‘‘ کھولتے ہیں...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (الشوریٰ ۲۰)

ترجمہ: جو کوئی آخرت کی کھیتی کو مقصود بناتا ہے...... ہم اس کے لیے اس کی کھیتی کو خوب بڑھا دیتے ہیں...... اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کو مقصود بناتا ہے ہم اُسے اُس میں سے کچھ دے دیتے ہیں...... اور اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا......

آیت مبارکہ...... معانی، لطائف اور معارف سے بھرپور ہے...... ہم اس کے مختصر خلاصے کی اپنی سی کوشش کرتے ہیں......

۱ دنیا میں دو طرح کے لوگ ہیں...... ایک ’’طالبِ آخرت‘‘ اور دوسرے ’’طالبِ دنیا‘‘

۲ آخرت بھی ایک ’’کھیتی‘‘ ہے...... اور دنیا بھی ایک ’’کھیتی‘‘

۳ کوئی ’’کھیتی‘‘ بھی بغیر محنت اور مشقت کے فصل نہیں دیتی...... پھل نہیں دیتی......

۴ جو لوگ آخرت پر پکا یقین اور ایمان رکھتے ہیں...... وہ دنیا میں رہتے ہوئے...... آخرت کی کامیابی کو ہی...... اپنی ہر ’’اچھی محنت‘‘ کا مقصد بناتے ہیں...... اور دنیا میں اس کا بدلہ نہیں چاہتے......

۵ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے خوش ہوتے ہیں...... اور اُن کے معاون اور مددگار بن

جاتے ہیں...... اور اُن کی اس محنت کو مقبول اور مشکور فرماتے ہیں...... اور ان کی کھیتی میں خوب اضافہ اور ترقی عطاء فرماتے ہیں......

﴿۶﴾ اللہ تعالیٰ کا اُن کی کھیتی میں اضافہ فرمانا کئی طریقوں سے ہوتا ہے...... ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایک نیک عمل کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے عمل کی توفیق دیتے چلے جاتے ہیں...... اُن سے اپنے دین کا خوب کام لیتے ہیں...... اُن کو محبت کے راستے میں خوب تھکاتے ہیں...... اُن کے دن اور رات قیمتی بناتے ہیں...... اور اُن پر توفیق اور قبولیت کے دروازے کھول دیتے ہیں......

دوسرا یہ کہ...... اللہ تعالیٰ اُن کے اجر اور مقام کو بڑھا دیتے ہیں...... اُن کو ایک ایک عمل پر کئی کئی گنا اجر و ثواب عطاء فرماتے ہیں...... اور اُن سے دنوں اور مہینوں میں...... صدیوں کے اعمال کروا لیتے ہیں......

﴿۷﴾ جو لوگ دنیا کو مقصود بناتے ہیں...... یعنی مال، منصب، شہرت، بالادستی اور عیش و عشرت وغیرہ کو...... اور اُس کے لیے وہ محنت کرتے ہیں...... تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں سے کچھ...... دے دیتے ہیں...... مگر آخرت میں اُن کے لیے کچھ نہیں ہوگا...... وہ وہاں خالی ہاتھ کھڑے ہوں گے...... اور جنت کو نہیں خرید پائیں گے......

امید ہے کہ ان شاء اللہ...... ان سات نمبروں سے آیت مبارکہ کا مفہوم واضح ہو گیا ہوگا...... مگر آیت مبارکہ میں چند اور ضروری باتیں بھی ہیں...... مثلاً:

﴿۱﴾ آخرت کی کھیتی کو مقصود بنانے والوں کے لیے...... یہ تو فرمایا گیا کہ اُن کی آخرت کی کھیتی خوب بڑھا دی جائے گی...... مگر یہ نہیں فرمایا گیا کہ دنیا میں اُن کا کیا بنے گا؟...... اس میں بڑے نکتے ہیں...... ایک تو یہ کہ دنیا کا تذکرہ ہی نہیں فرمایا...... اس میں یہ سکھا دیا کہ آخرت کو مقصود بنانے والے...... دنیا کی فکروں کو اپنے سر پر سوار ہی نہ کریں...... کوئی بھی نیک عمل دنیا کی خاطر نہ کریں...... احادیث میں آتا ہے کہ جسے یہ کیفیت نصیب ہو جائے دنیا ناک رگڑ کر اس

کے قدموں میں گرتی ہے...... حرص کے بغیر جو مال ملتا ہے اس میں عجیب برکت ہوتی ہے......

۲ دنیا کی روزی چونکہ مقدر ہے...... اس لیے اُس کا تذکرہ نہیں فرمایا کہ جو مقدر ہے وہ تو ضرور ملنا ہے......

۳ دنیا کی کھیتی کے طلبگاروں کے لیے یہ نہیں فرمایا کہ...... ہم انہیں جو وہ دنیا میں چاہیں گے...... سارا دے دیں گے...... بلکہ فرمایا ''نُؤْتِهٖ مِنْهَا'' کہ ہم انہیں کچھ دنیا دے دیں گے...... اس میں اشارہ ہے کہ دنیا میں کسی کو بھی...... اس کی تمام خواہشات کے مطابق نہیں ملتا...... اور مل بھی نہیں سکتا...... مال ہے تو صحت نہیں...... مال و صحت ہیں تو گھریلو سکون نہیں...... بہر حال کمی اور تشنگی ہر کسی کی رہ جاتی ہے خواہ کوئی ساری دنیا کا مالک اور بادشاہ بن جائے...... مگر آخرت میں ایمان والوں کو...... ان کی تمام خواہشات کے مطابق ہی نہیں...... بلکہ زیادہ ملے گا...... وہ جو چاہیں گے وہ بھی ملے گا اور مزید وہ بھی ملے گا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا......

''اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰی''

۴ کئی مفسرین نے آیت کو مسلمانوں کے لیے لیا ہے...... مسلمانوں میں سے جو اپنے نیک اعمال...... خالص اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لیے...... آخرت کو مقصود بنا کر کرتے ہیں...... اللہ تعالیٰ اُن کو مزید اعمال اور زیادہ اجر عطاء فرماتے ہیں...... اور جو مسلمان اپنے نیک اعمال دنیا کے لیے کرتے ہیں...... کہ یہاں نام ہو جائے، یہاں بدلہ مل جائے، یہاں عزت و شہرت اور منصب مل جائے تو...... اُن کو دنیا میں تھوڑا بہت مل جاتا ہے مگر آخرت میں وہ...... اجر و ثواب سے محروم رہیں گے...... (العیاذ باللہ)

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ...... اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ''جماعت'' کو ''طالبِ آخرت'' بنایا ہے...... اللہ تعالیٰ جماعت کے ہر چھوٹے بڑے کو مزید اخلاص عطاء فرمائیں...... اور مرتے دم تک...... ''طالبِ آخرت''...... ''طالب المولیٰ'' بنائے رکھیں......

الحمدللہ ان اہل اخلاص پر اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق:......

''نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ''

اپنا فضل فرما رہے ہیں...... ایک ہی مہینہ میں...... ان کے لیے پانچ نئی کھیتیاں اور فصلیں...... اہل دل کو...... جنت کے یہ نئے پانچ ''زرعی فارم'' مبارک ہوں...... شکر ادا کریں...... اور کام میں بغیر سستی اور وقفے کے لگے رہیں...... اور اس ترقی کو اپنا کمال نہیں...... بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھیں......

ماشاء اللہ کان...... ولاحول ولاقوۃ الا باللہ...... حسبنا اللہ ونعم الوکیل

جہاد تو الحمدللہ روح میں ہے

جہاد بمعنی قتال فی سبیل اللہ...... اسلام کا ایک محکم اور قطعی فریضہ ہے...... اس فریضہ کا انکار کفر ہے...... اور اس میں غفلت اور سستی جرم ہے...... اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کریں...... وہ کم ہے کہ...... اس نے ہمیں جہاد کی محبت عطاء فرمائی...... اس نے ہماری آنکھیں آیاتِ جہاد...... اور احادیثِ جہاد کے لیے کھولیں...... اس نے ہمیں محاذوں کی میٹھی خوشبو...... اور شہداء کرام کی ایمان افروز صحبت نصیب فرمائی...... الحمدللہ جہاد کی محبت دل میں بھی ہے اور روح میں بھی...... اللہ تعالیٰ کے فضل سے موجود ہے...... مگر کبھی آپ نے سوچا کہ...... ''قتال فی سبیل اللہ'' کو ''جہاد فی سبیل اللہ'' کیوں فرمایا گیا؟ اسی نکتے کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہی میں جا پڑے...... بات دراصل یہ ہے کہ...... ''قتال فی سبیل اللہ'' یہ بہت بڑا کام ہے...... اور بہت مشکل کام ہے...... رب تعالیٰ نے خود فرمادیا

''وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ''

کہ قتال تم پر فرض ہے...... مگر ہے یہ بڑا مشکل...... ''قتال'' کو قائم کرنے کے لیے ایک بڑی محنت...... اور ایک وسیع نظام کی ضرورت ہوتی ہے...... کیا آپ کسی کو گھر، دفتر، مدرسہ یا اسکول

سے اٹھا کر سیدھا قتال میں کھڑا کر سکتے ہیں؟......وہ کہے گا میں کیوں لڑوں؟ وہ کہے گا مجھے تو اسلحہ چلانا نہیں آتا......وہ کہے گا پیچھے میرے بیوی بچوں کا کیا بنے گا؟ وہ کہے گا میں کمزور ہوں......وہ کہے گا مجھے ڈر لگتا ہے......وہ کہے گا میرے ساتھ جانے والے اور لوگ کہاں ہیں؟ وہ کہے گا اسلحہ کہاں ہے؟ سامان کہاں ہے؟ میرے کھانے پینے کا انتظام کہاں ہے؟ چنانچہ اب ضرورت پڑی کہ......قتال کی دعوت بھی ہو......قتال کی ترغیب بھی ہو......قتال کی تیاری بھی ہو، سامان بھی ہو......قتال کے لیے پاؤں رکھنے کی جگہ بھی ہو......قتال کے لیے جانے والی گاڑی بھی کوئی چلا سکتا ہو......مرنے کا خوف بھی نہ ہو......شہادت کا جذبہ بھی ہو......پیچھے حوصلہ افزائی کرنے والی ماں، بیوی اور بہن بھی ہو......لڑائی کے دوران دم لینے کے لیے کوئی ٹھکانہ بھی ہو......اور ذہن سازی، افراد سازی، اسلحہ سازی، مختلف فنون میں مہارت، مسلسل بھرتی اور جہاد کا علم بھی ہو...... قتال کو ریاست کی ذمہ داری اس لیے بنایا گیا کہ......وہ یہ سارے کام کر سکتی ہے......اس لیے اُن کو حکم دیا گیا کہ......قتال کے سارے انتظامات کرو......قتال اور اُس کے سارے لوازمات اور انتظامات کا نام ہے ”جہاد فی سبیل اللہ“......یعنی بڑی وسیع، بڑی سخت اور بڑی مضبوط محنت جو کہ......مسلمانوں کو قتال اور دفاع کے سارے لوازمات فراہم کرے......

جمعہ نماز قائم کرنا بھی ریاست کی ذمہ داری ہے......کیونکہ وہ صرف نماز نہیں......اقامت ہے......یعنی وہ سارے لوازمات جو کسی علاقے کے تمام مسلمانوں کو......ایک جگہ جمعہ ادا کرنے کے لیے درکار ہوں......اُن سب کا انتظام کرنا......اس میں یہ بھی ہے کہ امامت خود مسلمانوں کا حاکم کرائے گا یا اُس کا نائب......ایسا انتظام کرنا......اور ہر جمعہ کرنا......حکومت کے سوا کسی کے بس میں ہے؟ اسی طرح ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ بھی اسلامی ریاست کی فرض ذمہ داری ہے......کیونکہ اس میں بھی بڑے انتظامات اور بڑی محنت کی ضرورت ہوتی ہے......مسلمانوں کی ریاستیں جب اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے غافل ہو گئیں تو اس سے......قرآن کا کوئی حکم

منسوخ نہیں ہوا......اہل دل مسلمان اپنی وسعت اور استطاعت کے مطابق ان احکامات کو زندہ رکھے ہوئے ہیں......لوگ گلی گلی جمعہ پڑھ رہے ہیں...... اپنی استطاعت کے مطابق ''دعوت معروف'' اور ''نہی منکر'' بھی کر رہے ہیں...... یہی معاملہ ''جہاد فی سبیل اللہ'' کا ہے......کسی ظالم کا جبر یا کسی عادل کا انصاف اسے منسوخ نہیں کر سکتا...... اور ''جہاد فی سبیل اللہ'' بڑے انتظامات مانگتا ہے......اگر کوئی دل کی آنکھیں کھولے گا تو کبھی زبان سے یہ مجرمانہ جملے ادا نہیں کرے گا کہ......یہ لوگ چندہ تو جہاد کے لیے کرتے ہیں...... جبکہ سکھا ڈرائیونگ رہے ہیں......عورتوں کو ''اللہ اللہ'' کرا رہے ہیں...... مسجدیں بنا رہے ہیں یاد رکھیں جہاد کے لیے ایک ضروری کام کفار کو ایمان کی دعوت دینا ہے......

دورہ تزکیہ

ایمان والی خواتین...... اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے...... اکٹھی بیٹھی ہوئی ہیں...... نہ غیبت، نہ کپڑوں کے تذکرے...... نہ شکوے، نہ شکایتیں...... فجر سے پہلے تہجد...... استغفار کے آنسو......اور تلاوت کی پرواز...... ہر وقت اقامت صلوٰۃ...... اشراق و اوّابین کے سجدے...... اللہ، اللہ کا ایسا ورد جو دل سے ہر دکھ اور کانٹا نکال دے......

بتایا گیا کہ ایک خاتون نے تیسرے دن ہی کہا کہ......دل چاہتا ہے ساری زندگی اسی دورے میں گذار دوں...... تعلیم و تعلم، سیکھنا سکھانا...... ایمان افروز بیانات......اونچے مراقبے...... تیر اندازی...... نشانہ بازی...... کلمہ طیبہ کا ورد...... اور مجلس حضوری کے حقیقی انوارات......

یا اللہ! آپ کا بے انتہا شکر...... یا اللہ بے حد شکر کہ امت کی خواتین...... آپ کے لیے ......صرف آپ کے لیے جمع ہیں......شادی کی تقریبات میں بھی تو...... ہفتہ، تین دن...... ذلت، غفلت اور غیبت میں گذر جاتے ہیں...... یہاں تو ماشاء اللہ......نور ہی نور کی برسات ہے......

......’’اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ‘‘......

سب مؤمنات سے گذارش ہے کہ...... یہ نعمت آچکی ہے...... اب اس کی قدر کریں...... سب سے پہلے ’’المؤمنات‘‘ کی ذمہ دار اور منتظمات...... اس دورہ کے ذریعہ اپنا دل بنائیں...... روشنی اور نور اگلنے والا دل پائیں......

وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ (الانعام ۱۲۲)

ترجمہ: ہم نے اسے زندہ کیا اور ایک نور دے دیا جسے لے کر وہ لوگوں میں چلتا ہے......

اور پھر یہ دورہ...... دیگر مؤمنات میں بھی عام کریں...... آج ’’مدرسۃ السیاقۃ‘‘...... اور ’’مدرسہ تعلیم الکھر باء‘‘ پر بھی کچھ مفصل لکھنا تھا...... مگر کالم کچھ زیادہ بڑا ہو گیا ہے...... اللہ تعالیٰ سے توفیق اور قبولیت کا سوال ہے......

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

قرآن کے سائے میں

سورۃ البقرۃ (آیت ۱۱۴)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے کی ممانعت کردی اور ان کے ویران کرنے کی کوشش کی ایسے لوگوں کا حق نہیں ہے کہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے ان کیلئے دنیا میں بھی ذلت ہے اور ان کیلئے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔

خلاصہ

(۱) مساجد اللہ تعالیٰ کی ہیں جو بھی ان کو کسی بھی طرح سے ویران کرنے کی کوشش کرے وہ بہت بڑا ظالم ہے۔ (۲) مسلمانوں کو چاہیے کہ مساجد کو آباد رکھیں، ان کی حفاظت کریں اور جہاد کے ذریعہ مساجد کو محفوظ بنائیں (۳) مساجد کو ویران کرنے والوں کو دنیا میں جہاد کے ذریعہ سزا دی جائے اور ان سے حکومت چھین لی جائے اور اگر وہ مساجد کے مقامات پر قبضہ کرلیں تو انہیں جہاد کے ذریعہ خوفزدہ کیا جائے (۴) ماضی میں جس نے بھی مساجد کو ویران کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کی حکومت سے محروم کردیا۔ (۵) ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں بہت بڑا عذاب تیار ہے۔

اقوال:

(۱) اس آیت میں فتح مکہ کی بشارت ہے (۲) بیت المقدس کے آزاد ہونے کی بشارت ہے (یہ دونوں وعدے تو ماضی میں الحمدللہ پورے ہوچکے ہیں) (۳) مسلمانوں کے لئے فتوحات کی بشارت ہے (۴) حضرت امام مہدی علیہ السلام کے خروج کی بشارت ہے۔

شان نزول:

(۱) یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ انہوں نے حدیبیہ والے سال مسلمانوں

کو بیت اللہ سے روکا تھا۔(۲) یہ آیت عیسائیوں کے متعلق نازل ہوئی کیونکہ وہی مساجد کو ویران کرنے کے بانی ہیں ۔(۳) یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی جیسا کہ ما قبل کا ربط بھی اشارہ کرتا ہے کہ یہودی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہے تھے جس کا واضح نتیجہ مساجد کی ویرانی ہے (۴) یہ آیت عام ہے جو بھی جب بھی اللہ تعالیٰ کی مساجد کو ویران کرنے کی کوشش کرے وہ اس آیت کا مصداق ہے۔

حوالے:

(۱) اور غور کرو اس سے بڑھ کر ظلم کرنے والا انسان کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت گاہوں میں اس کے نام کی یاد کو روکے اور ان کی ویرانی میں کوشاں ہو۔جن لوگوں کے ظلم کا یہ حال ہے یقیناً وہ اس لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت گاہوں میں قدم رکھیں بجز اس حالت کے کہ (دوسروں کو اپنی طاقت سے ڈرانے کی جگہ خود دوسروں کی طاقت سے) ڈرے سہمے ہوئے ہوں یاد رکھو ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بھی سخت عذاب ہے۔(ترجمان القرآن)

(۲) اس کے شان نزول نصاریٰ ہیں کہ انہوں نے یہود سے مقابلہ کر کے توریت کو جلایا اور بیت المقدس کو خراب کیا یا مشرکین مکہ کہ انہوں نے مسلمانوں کو محض تعصب اور عناد سے حدیبیہ میں مسجد حرام (بیت اللہ) میں جانے سے روکا، باقی جو شخص بھی مسجد کو ویران یا خراب کرے وہ اسی حکم میں داخل ہے (تفسیر عثمانی)

(۳) یہ لوگ اس لائق ہی نہیں کہ ان (مساجد) میں داخل ہوں مگر ہاں ڈرتے ہوئے مسلمانوں کے رعب اور دبدبہ سے ۔یعنی داخلہ کی اجازت غیر مسلم کو صرف اس حال میں دی جا سکتی ہے کہ وہ مسلمانوں کا محکوم ہو اور اس کا داخلہ سرکشانہ نہیں مطیعانہ ہو......ایک قول یہ بھی ہے کہ آیت سارے کافروں کے حق میں ہے کہ عبادت سے روکنے والے تو سارے ہی کافر ہیں اور مساجد سے مراد کل روئے زمین ہے، چنانچہ کافروں کو دارالاسلام میں داخلہ کا کوئی حق نہیں بجز اس کے کہ مسلمانوں ہی کی شرط پر ہو (تفسیر ماجدی)

(۴) اس میں اس بات کی خوشخبری دی کہ مکہ معظمہ فتح ہوگا۔جب غلبہ اہل اسلام کا ہو جائے گا تو یہ مشرکین اس میں ڈرتے ہوئے داخل ہوں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کرایا کہ خبردار اس سال کے بعد کوئی مشرک ہرگز حج نہ کرے ۔(انوار البیان)

جاری ہے

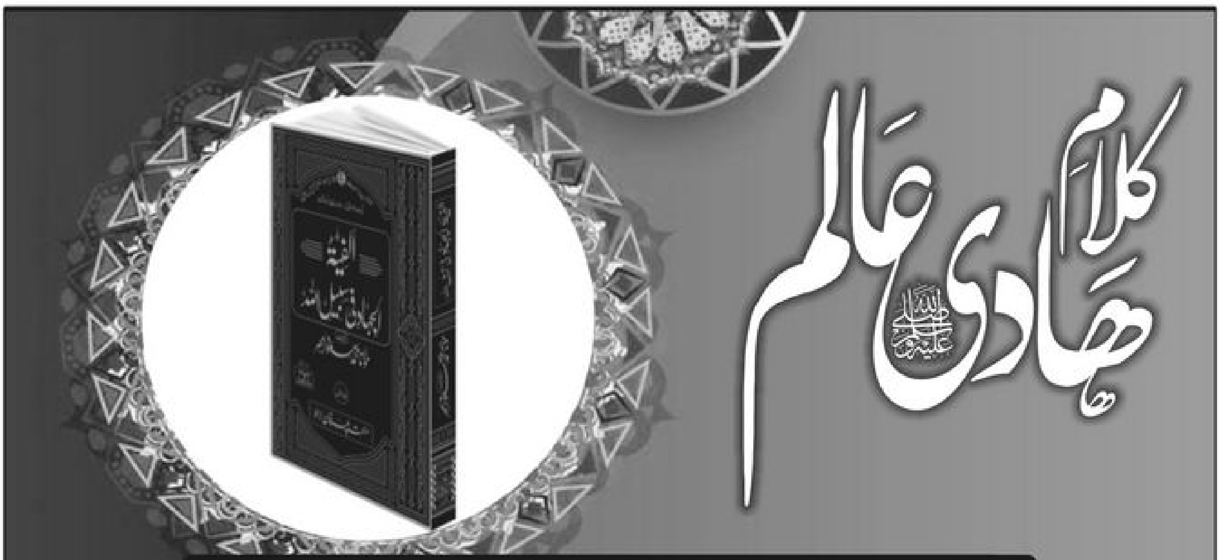

باب: فضل الغدوة أو الروحة فی سبیل الله

جہاد فی سبیل اللہ میں ایک صبح یا ایک شام (کچھ وقت) گذارنے کی فضیلت کا بیان

(۱) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: لَرَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ غَدْوَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ أَوْ مَوْضِعُ قِيدٍ - يَعْنِي سَوْطَه - خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا، وَلَمَلَأَتْهُ رِيحًا، وَلَنَصِيفُهَا عَلَى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا. (أخرجه البخاری و أحمد و اللفظ للبخاری)

[صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۷۹۶، و مسند أحمد، رقم الحدیث: ۱۲۴۳۶]

ترجمہ: حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نقل فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک شام یا ایک صبح گزار دینا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سب سے بہتر ہے اور کسی کے لیے جنت میں کمان کے برابر یا کوڑے کے برابر جگہ بھی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے اور اگر جنت کی کوئی عورت زمین کی طرف جھانک بھی لے تو زمین و آسمان اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ منور ہو جائیں اور خوشبو سے معطر ہو جائیں۔ اس کے سر کا دوپٹہ بھی دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بڑھ کر ہے۔''

فائدہ: آخرت کی دائمی نعمتوں کے مقابلے میں...... دنیا کی فانی نعمتوں کی بے قدری...... اس کا یقین اللہ تعالیٰ جس کو نصیب فرمادیں...... وہ مسلمان جہاد کی طرف لپکتا ہے...... کیونکہ جہاد کا ہر لمحہ...... آخرت کی عظیم نعمتوں کا ذریعہ ہے۔

ڈرامہ بڑی کامیابی کے ساتھ جاری تھا۔مسلسل کئی سالوں سے جاری تھا۔ ہر کردار اپنے کام کو بخوبی نبھا رہا تھا......

لیکن اب لگتا ہے سمجھدار لڑکا اور گھاگ بابا کہانی تبدیل کرنے کی ٹھان چکے ہیں۔ دیکھیں آگے کیا بنتا ہے......

محلے کا نام ہے ’’درمیانہ مشرق‘‘......

اس میں شرارتی چچا(جس کا علامتی نام آپ بی ڈبلیو تصور کرلیں) نے ’’آئی‘‘ نامی بدمعاش لا کر بٹھا دیا جس نے اس محلے کا امن و امان تہہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ اسے ہر طرح کی بدمعاشی کی نہ صرف اجازت دی گئی بلکہ اس کام میں شہر کے سارے بڑے بدمعاش اس کا تعاون بھی کرتے۔ اسے ساز و سامان مہیا کرتے، ہر طرح کی حمایت فراہم کرتے اور اس کے خلاف آنے والی شکایات پر آنکھیں بھی بند رکھتے۔ اس کے خلاف بولنے والی زبانیں بھی خاموش کراتے۔ البتہ بعد میں اس کی بدمعاشی سے متاثر ہونے والے لوگوں کے ساتھ آ کر ہمدردی جتلا لیتے اور آئی کی ضد اور ہٹ دھرمی کا عذر کر لیتے کہ ہماری بھی کہاں سنتا ہے۔ ڈرامے کا یہ پہلا پارٹ بڑی کامیابی سے کئی سال قسط وار چلتا رہا۔لیکن ایک مشکل پیش آ گئی کہ محلے دار چونکہ سب آپس میں رشتے دار تھے۔ برادری بھی ایک تھی اور زبان بھی۔ اس لیے وہ سب باہم آئی کے خلاف متحد تھے۔ اس سے نفرت کرتے۔ اپنی نئی نسلوں کو اس

سے نفرت کا سبق پڑھایا کرتے ۔ ہر مجلس میں اس کی مذمت کرتے اور اس کے خلاف مل کر آواز اٹھایا کرتے ۔ محلے کے کچھ جوشیلے جوانوں نے ٹوٹے پھوٹے ساز و سامان کے ساتھ آئی کی بدمعاشی کے خلاف مزاحمت شروع کر دی اور اسے بدمعاشی کا جواب عملی طور پر دینا شروع کر دیا تو باقی اہل محلہ میں سے کچھ علانیہ اور کچھ خفیہ ان کا ساتھ بھی دیتے ۔ ان سے ہمدردی جتلاتے، انہیں امداد فراہم کرتے اور ان کے حق میں آواز بھی اٹھاتے رہتے ۔ اس صورتحال میں بی ڈبلیو کو احساس ہوا کہ آئی کو لانے اور مسلط کرنے کے جو اصلی مقاصد ہیں وہ پورے ہونا مشکل ہیں تب اس نے اپنے دیگر چچوں کے ساتھ مل کر دوسرا پارٹ لکھا۔ محلے کے دوسری جانب ایک اور بدمعاش کو لایا گیا۔ یہ تھا آئی ٹو۔ اس نے آ کر نعرہ لگایا آئی مردہ باد...... بی ڈبلیو مردہ باد...... میں محلے میں ان کی بدمعاشی ختم کر دوں گا۔ انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دوں گا۔ ان پر قہر برساؤں گا اور نہ صرف محلہ ان کے تسلط سے آزاد کراؤں گا بلکہ شہر سے بھی ان کی بدمعاشی ختم کر دوں گا۔ اسے مضبوط ہونے کی آزادی مہیا کی گئی حالانکہ اس سے پہلے محلے کا جو خاندان بھی آئی ون کے خلاف طاقتور ہونے لگتا تھا بی ڈبلیو اور اس کے حواری مل کر اس پر حملہ کر دیتے اور اس کی طاقت ختم کر دیا کرتے تھے تاکہ آئی ون کو کوئی خطرہ نہ رہے ۔لیکن آئی ٹو کے معاملے میں ایسا نہیں کیا گیا۔ اس کے خلاف صرف زبانی جمع خرچ ہی ہوتا رہا۔ دکھاوے کے لیے اس کے کچھ راستے بند کر دیے جاتے اور دوسری گلی سے اسے خاموشی کے ساتھ راستہ مہیا کر دیا جاتا۔ دونوں آپس میں سنگ باری بھی کرتے لیکن اکثر پتھر ایک دوسرے پر گرانے کی بجائے پرانے محلہ داروں کے گھروں پر گرا دیا کرتے ۔ آئی ٹو نے آئی ون کی ناکہ بندی کے نام پر محلے کے کئی مکانوں پر قبضہ کر کے وہاں اپنے شریر کن ٹٹے بٹھا دیے ۔ جن کا ظاہری تاثر تو یہ تھا کہ یہ آئی ون کے خلاف صف بندی ہے جبکہ حقیقتاً یہ ہو رہا تھا کہ وہ محلے کے ایک حصے پر اپنا قبضہ جمانے کے مشن پر تھا تاکہ یہ سارا محلہ آئی ون اور آئی ٹو کی علمداری میں چلا جائے اور اصل مکین ان دونوں کے محکوم ہو جائیں ۔ آئی ٹو کے کن ٹٹوں نے وہ اندھیر مچایا کہ اہل محلہ آئی ون کی آفت بھول گئے ۔ یہاں تک کہ ان میں کچھ اب آئی ون کو اپنا دوست سمجھنے لگے اور نفرت کا عمومی ماحول بھی باقی نہ رہا۔ یوں ڈرامے کے اس طویل ایپی سوڈ کے بعد شرارتی چاچا بی ڈبلیو محلے والوں کی توجہ آئی ون سے ہٹانے میں کامیاب ہو گیا۔ تینوں

نے خوشی سے جام ٹکرائے اور اگلی قسط پر کام شروع کر دیا۔

چاچا بی ڈبلیو ہمدرد بن کر اہل محلہ کے پاس آیا اور انہیں باور کرایا کہ دیکھو آئی ون نے تو اس محلے میں اپنے آباء واجداد کی صدیوں پرانی میراث حاصل کرنے کے لیے چھوٹی سی جگہ گھیر لی ہے۔ مزید اس کے کوئی عزائم نہیں۔ ویسے بھی وہ تمہارا تاریخی بھائی ہے جو جگہ اس نے لے لی ہے بخوشی اس سے دستبردار ہو جاؤ۔ تمہارے لیے اصل خطرہ آئی ٹو ہے اور تم اگر چاہتے ہو کہ اس کے مظالم اور عزائم سے محفوظ رہو تو مجھے اپنے محلے میں جگہ دو اور معقول معاوضہ فراہم کرو میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ اس طرح تمہاری زمین، تمہاری تجارت اور تمہاری علمداریاں میری حفاظت اور ضمانت میں رہیں گی۔ آئی ون کو بھائی بنالو اور آئی ٹو کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔ محلے کے سمجھداروں نے بہتیرا سمجھایا کہ شرارت کی جڑ اور اس ڈرامے کا رائٹر یہی شرارتی چاچا ہے اس کی باتوں میں نہ آؤ۔ اپنی طاقت بناؤ۔ خود مزاحمت کرو اور اپنے زور بازو سے ان دونوں بدمعاشوں سے نمٹو۔ اس شریر اونٹ کو خیمے میں جگہ نہ دو ورنہ خیمے میں یہی ہوگا اور تم باہر ہو گے۔ لیکن آنکھوں پر دولت اور عیاشی کے کھوپے چڑھائے ان بدمستوں کو یہ نصیحت پسند نہیں آئی اور انہوں نے ان ناصحین کا ہی کام تمام کرنے میں بابا بی ڈبلیو کی ہمکاری کر لی اور اپنی حفاظت کا ٹھیکہ اسے سونپ دیا۔ شریر بابے کے تو حالات ہی بدل گئے۔ اس نے اس محلے کی دولت بھی اچھی طرح سمیٹ کر اپنے خزانے بھر لئے اور اپنے ٹھکانے بھی مضبوط کر لئے۔ ڈرامے کے اس منظر نامے کے پس منظر میں آئی ون اور آئی ٹو اپنی طاقت بڑھانے میں دن رات لگے رہے اور بی ڈبلیو نے محلے والوں کو اپنی حفاظت کا جھوٹا جھانسہ دے کر غفلت کی نیند سلائے رکھا اور اگلے مرحلے کا سکرپٹ لکھنے میں مشغول ہو گیا جس کا عنوان تھا ڈیل آف سنچری......

محلے میں جو نوجوان آئی ون کی بدمعاشی کے خلاف مزاحمت کر رہے تھے، بہت تھوڑے تھے اور ساز و سامان میں بھی کمزور۔ لیکن وہ ان سب کو دھوکے میں رکھ کر اپنا سکرپٹ لکھ رہے تھے جس کی نہ بی ڈبلیو کو خبر تھی اور نہ دونوں بدمعاشوں کو۔ انہوں نے اپنی تیاری مکمل کر کے ایک ایسا طوفان اٹھا دیا جس نے ڈرامہ سازوں اور ڈرامہ بازوں کے ایوان ہلا کر رکھ دیے۔ آئی ون کی طاقت کا جو بھرم دھائیوں کی محنت سے قائم کیا گیا تھا وہ خاک میں مل گیا۔ آئی ٹو کے کردار نے محلے داروں کے دلوں سے آئی ون

کی جو نفرت نکالی تھی وہ پھر گلی محلوں میں لوٹ آئی۔ آئی ٹو نے آئی ون کی دشمنی کا جو نقاب چہرے پر چڑھا رکھا تھا وہ بھی کھسکنے لگا اور اس جھوٹی دشمنی کی حقیقت سامنے آگئی۔ غرضیکہ اس طوفان نے سات دہائیوں سے کامیابی کے ساتھ جال بنتے اس ڈرامے کا تار و پود بکھیر دیا۔ ایسے میں جلدی جلدی ایک نیا سکرپٹ لکھا گیا۔ آئی ون کی طاقت کا بھرم دوبارہ قائم کرنا ضروری تھا تاکہ محلے میں اس کی اجارہ داری کو خطرہ نہ ہو۔ لہٰذا اسے ظلم کی کھلی چھوٹ دے دی گئی۔ آئی ٹو کی آئی ون اور اس کے چاچا کے ساتھ دشمنی کا نقاب بھی باقی رکھنا لازم تھا لہٰذا ان دونوں کی آپس میں سنگ باری شروع کرادی گئی۔ لیکن طوفان اپنا کام کر چکا تھا۔ ڈرامے کا یہ حصہ بُری طرح فلاپ ہوگیا۔ آئی ون اور آئی ٹو کچھ دن آپس میں لڑے۔ ایک دوسرے کا نقصان کیا لیکن برداشت دونوں میں نہیں تھی۔ ڈرامہ حقیقت کا روپ دھارنے لگا تو دونوں جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ مرگ بر فلاں اور مرگ بر فلاں والوں کے پتھر اب ان کی طرف نہیں جا رہے جن کے خاتمے کے نام پر جوڑے گئے تھے بلکہ محلہ داروں پر برسنا شروع ہو گئے۔ یہ راز کھل گیا کہ آئی ٹو کی دشمنی اور تیاری آئی ون کے لئے تھی ہی نہیں بلکہ روز اول سے ہی اہل محلہ کے خلاف تھی۔ آئی ون بھی اس کے خلاف مکمل خاموش ہے۔ یہ راز بھی اب راز نہیں رہا کہ اس کی آئی ون کے خلاف جارحانہ بیان بازی دہائیوں سے جاری ڈرامے کا سین تھا حقیقت نہ تھی۔ اہل محلہ نے آئی ٹو کے پتھروں سے تنگ آ کر چاچا بی ڈبلیو کو کہا کہ جس تحفظ کے لئے عشروں سے مال کھاتے آئے اور گھر میں مہمان بنے بیٹھے رہے وہ تحفظ کہاں ہے؟......ہمارا سرمایہ لٹ رہا ہے، تجارت بند ہو رہی ہے، املاک برباد ہو رہی ہیں تم کہاں ہو؟......سو یہ راز بھی اب راز نہ رہا کہ شریر بابا یہاں ان کے تحفظ کے لئے تھا ہی نہیں بلکہ صرف اپنے لکھے ڈرامے کی تکمیل کے لئے تھا۔ آج سے پہلے جو محض خطرے کی بو پا کر محلے کے کئی مکان برباد کر چکا اب صرف تجارتی راستہ کھلوانے کے لیے اس کی طاقت کیوں ناکافی پڑگئی؟......حفظ ما تقدم کے نام پر عراق اور لیبیا کے تخت اُلٹ دینے والا اب ایک حقیقی خطرے کے خلاف ہمارے کام کیوں نہیں آرہا اور اپنی سانسیں اُکھڑ جانے کا تاثر کیوں دے رہا ہے؟......آئی ٹو چڑھ چڑھ کر بول رہا ہے۔ راستے بند کر رہا ہے، املاک تباہ کر رہا ہے جبکہ اس کی دشمنی کے نام پر کھربوں ڈکار جانے والا بوڑھا لومڑ راہِ فرار کیوں اختیار کر رہا ہے؟......نہ اس کا دفاعی نظام املاک بچا پا رہا ہے نہ اس کے

بحری بیڑے کوئی راستہ کھلوا پا رہے ہیں۔ آئی ٹو تو کھلی بدمعاشی کر ہی رہا ہے اب تو اس کے چھوٹے چھوٹے کن ٹٹے بھی بلوں سے نکل کر کھلے عام محلے کے راستے بلاک کر رہے ہیں۔

واہ طوفان واہ...... دہائیوں کی ڈرامے بازی ایک طرف اور چند سالوں میں تہہ خانوں میں لکھا ہوا مبارک سکرپٹ ایک طرف۔ نہ کوئی نقاب باقی رہنے دیا نہ کوئی نفاق......

اب اہل محلہ میں کچھ جاہل نادان دنیا پرست آئی ون کی گود میں جا بیٹھے ہیں کہ اسے خراج دے کر تحفظ کی بھیک پائیں اور کچھ احمق خزانوں سے بیگ بھر کر آئی ٹو کے در پر جا کھڑے ہوئے کہ جزیہ لے لو راستہ دے دو۔

بی ڈبلیو چاچا کو اگرچہ فی الحال کوئی گھاس نہیں ڈال رہا۔ ہر طرف اسے لعنت اور پھٹکار پڑ رہی ہے۔ حتیٰ کہ اس کے اپنے گھر سے اسے گالیاں پڑ رہی ہیں اور وہ ڈرامے کے طوفان برد ہو جانے والے پرانے سکرپٹ کو یاد کر کر کے اپنے زخم چاٹ رہا ہے۔ ایسے میں محلے کے ایک کھلنڈرے لیکن سمجھدار نوجوان سردار کو اب تک کی ساری کہانی بھی سمجھ آ گئی ہے اور آگے کا منظر نامہ بھی...... اس نے نہ آئی ون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور نہ آئی ٹو کو خراج دیا۔ دور پار کے ایک طاقتور دوست اور بھیڑیے کے نشان والے ایک سمجھدار بابے کے ساتھ مل کر ایک نئی کہانی کی تحریر کا آغاز کر دیا ہے۔ آثار تو اچھے ہیں لیکن اس ڈرامہ نظام میں کب کون سی کہانی کیا رخ اختیار کر لے کچھ نہیں کہا جا سکتا...... فی الحال تو دل ان سرفروشوں کو ہر وقت خراج تحسین اور نذرانہ عقیدت پیش کرتا رہتا ہے جن کے طوفان نے ڈراموں کے رخ بدل دیئے اور دنیا کو نئی کہانیاں تحریر کرنے پر مجبور کر دیا۔

عالمی سیاست کے جس سب سے بڑے ڈرامے کا آغاز لگ بھگ ڈیڑھ صدی پہلے ترک و حجاز کو دشمن بنانے سے ہوا تھا ایک طوفان نے اسے واپس نقطہ آغاز پر لا کھڑا کیا۔ ترک و حجاز کی دوستی ایک نئے منظر نامے کا آغاز ہے اور پرانے ڈرامے کے طوفان برد ہونے کا اعلان بھی...... اہل طوفان کو سلام

۲۲

پیغامِ نبوی ﷺ

مفتی محمد منصور احمد

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کریں!

یَا عَائِشَةُ أَحْسِنِي جِوَارَ نِعَمِ اللهِ (سنن ابن ماجہ: ۳۳۵۳)

”اے عائشہ! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدردانی کرو“

☆ جو شخص روٹی کو نعمت نہیں سمجھتا وہ لمبے چوڑے دستر خوان کو بھی نعمت نہیں سمجھے گا!

☆ جو شخص سادہ گھر کو نعمت نہیں سمجھتا وہ بلند و بالا محل کو بھی نعمت نہیں سمجھے گا!

☆ جو شخص اپنے قدموں کو نعمت نہیں سمجھتا وہ لگژری گاڑی کو بھی نعمت نہیں سمجھے گا!

☆ کسی انسان کے پاس موجود نعمتوں کی قدر و قیمت کا احساس اس کی نظر کے ساتھ جڑا ہوتا ہے، چیزوں کی مالیت کے ساتھ نہیں جڑا ہوتا!

☆ جب کوئی نعمت آپ کی نظر میں چھوٹی محسوس ہونے لگے تو یاد رکھیں:

آپ آج صبح اُٹھے تا کہ اپنا منہ دھوئیں، جبکہ کہیں کوئی انسان اس لیے اُٹھتا ہے تا کہ اس کے گردے مشین کے ذریعے دھوئے جائیں!

سنگدلی تربیت نہیں، ظلم ہے!

أَذَهَبْتَ حَيْثُ أَمَرْتُكَ؟ (صحیح مسلم: ۲۳۱۰)

”کیا تم وہیں گئے جہاں میں نے کہا تھا؟“

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے اچھے اخلاق والے تھے، ایک

دن آپ ﷺ نے مجھے کسی ضرورت کے لیے کہیں بھیجا، میں نے کہا: اللہ کی قسم میں نہیں جاؤں گا! پھر مجھے خیال آیا کہ میں نبی کریم ﷺ کا حکم پورا کروں، اس لیے میں باہر نکلا یہاں تک کہ میں بازار میں کھیلتے ہوئے بچوں کے پاس سے گزرا، اچانک رسول اللہ ﷺ نے میری گردن کو پیچھے سے پکڑ لیا، میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا:

اے اُنَیس! کیا تم وہاں گئے جہاں میں نے تمہیں حکم دیا تھا؟

میں نے عرض کیا: جی، اللہ کے رسول! میں جا رہا ہوں۔

☆ کبھی کبھی انسان کو عقل کے نچلے درجے پر اُترنا پڑتا ہے یہاں تک کہ وہ دل کے اعلیٰ درجے پر پہنچ جائے!

☆ بچوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی دل شکنی سے بچنے کا مطلب ہوتا ہے کہ آپ دل کے ساتھ، عقل کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوں!

☆ تربیت کی ضرورت ہے لیکن سنگدلی تربیت نہیں ہے، اچھی اقدار کو پیدا کرنا مطلوب ہے لیکن گھر کو فوجی بیرک میں تبدیل کرنا قابل مذمت ہے، بچوں کیلئے غلط ترین تربیت وہ ہے جو دنیا کو ان کی نظر میں بگاڑ دے، جب آپ اپنی بیوی کو مارتے ہیں تو آپ اپنے بچوں کے ذہنوں میں غلط تصورات قائم کرتے ہیں، آپ اپنے بیٹے کو بتاتے ہیں کہ خواتین سے نمٹنے کا بہترین طریقہ مارنا ہے اور آپ اپنی بیٹی کو بتاتے ہیں کہ شوہر ایسا عفریت ہے جو صرف تشدد جانتا ہے!

آپ کی کوئی نیکی خفیہ بھی ہونی چاہیے!

مَنِ اسۡتَطَاعَ مِنۡكُمۡ أَنۡ يَكُونَ لَهُ خَبِيءٌ مِنۡ عَمَلٍ صَالِحٍ فَلۡيَفۡعَلۡ. (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۷۶۸)

”تم میں سے جو شخص کوئی خفیہ نیکی کر سکتا ہے تو اسے ایسی نیکی کرنی چاہیے“

☆ کچھ عبادتیں آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان راز ہونی چاہئیں جیسے بغیر رسید یا تصویر کھنچوائے صدقہ دینا!

☆ رات کی نماز جس میں آپ اس طرح چھپتے ہوں جس طرح ڈرنے والا چھپتا ہے کہ اسے کوئی دیکھ نہ لے!

☆ قرآن کا ورد جس پر آپ کو فخر نہ ہو!

☆ نفلی روزہ جس کا پتہ صبح وشام آپ کے پاس آنے جانے والے کو بھی نہ چل سکے!

☆ کسی یتیم کی کفالت جس کو یہ پتہ نہ ہو کہ اس کی کفالت کرنے والا کون ہے!

☆ کسی بیمار کے لیے دوائی کا ڈبہ جو نہ جانتا ہو کہ کس نے اس کیلئے یہ خریدا ہے!

☆ قرض داروں کی طرف سے دکانوں میں ادا کیا جانے والا ادھار جس کا حساب قیامت کے دن کیلئے چھوڑا جائے!

☆ نیک اعمال شرمندگی کا باعث نہیں کہ انہیں چھپایا جائے، لیکن وہ سب کچھ جو لوگوں کے سامنے ہوتا ہے اس میں نیت خراب ہونے کا خطرہ موجود ہوتا ہے!

☆ اور پھر اس دین میں بہت سی ایسی عبادات ہیں جو چھپائی نہیں جا سکتیں، جیسے فرض نماز!

☆ اس لیے اللہ تعالیٰ کے دربار میں آپ کی کوئی خفیہ نیکی بھی ہونی چاہیے!

حق و باطل کے معرکے میں غیر جانبدار نہ رہیں!

كَانَ يَنْفُخُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. (صحيح بخاري: ۳۳۵۹)

"یہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آگ پر پھونکیں مارتی تھی"

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا، اور فرمایا:

یہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آگ پر پھونکیں مارتی تھی۔

☆ اہلِ باطل سے بڑھ کر گھٹیا کوئی نہیں، سوائے ان لوگوں کے جو حق و باطل کی کشمکش میں غیر جانبدار رہیں وہ ان سے بھی گھٹیا ہیں!

☆ درخت، حیوانات اور جمادات جانبداری کو جانتے بھی نہیں!

☆ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، حالانکہ وہ پہاڑ ہے!

☆ مسجد نبوی شریف میں لگا ہوا درخت کا خشک تنا بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کی وجہ سے غمگین ہو گیا حالانکہ وہ ایک پودا ہے اور غرقد یہودیوں کا درخت ہے!

☆ جانور اس آگ کو بجھانے کے لیے دوڑتے ہیں جس میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ڈالا گیا تھا!

بقیہ صفحہ ۲۴ پر

قاری نوید مسعود ہاشمی

نبوی علوم کی فضیلت و برکات

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد عورت عاقل بالغ پر ضروری ہے، علم کی فضیلت و عظمت، ترغیب و تاکید مذہب اسلام میں جس بلیغ و دلآویز انداز میں پائی جاتی ہے اس کی نظیر اور کہیں نہیں ملتی، تعلیم و تربیت، درس و تدریس تو گویا اس دین برحق کا جزو لاینفک ہے، کلام پاک کے ہزاروں الفاظ میں سب سے پہلا لفظ جو پروردگار عالم نے رحمت عالم ﷺ کے قلب مبارک پر نازل فرمایا وہ اِقْرَأ ہے، یعنی پڑھ، اور قرآن پاک کی چھ ہزار آیتوں میں سب سے پہلے جو پانچ آیتیں نازل فرمائی گئیں ان سے بھی قلم کی اہمیت اور علم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے، ارشاد ہے:

پڑھ اور جان کہ تیرا رب کریم ہے، جس نے علم سکھایا قلم کے ذریعے سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا (سورہ العلق)

گویا وحی الٰہی کے آغاز ہی میں جس چیز کی طرف سرکار دو عالم ﷺ کے ذریعے نوعِ بشر کو توجہ دلائی گئی وہ لکھنا پڑھنا اور تعلیم و تربیت کے جواہر و زیور سے انسانی زندگی کو آراستہ کرنا تھا، یہاں ضمناً اس حقیقت کو واضح کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جہاں عام انسانوں کیلئے قلم حصول علم کا ایک دنیوی اور مادی ذریعہ ہے وہاں رحمۃ للعالمین ﷺ اور رب العالمین کے درمیان حضرت جبریل امین علیہ السلام ایک نورانی اور ملکوتی واسطہ، یہی وہ ملکوتی واسطہ ہے جس نے آپ ﷺ کو حصول علم کے مادی ذرائع سے بے نیاز کر دیا اور آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت براہ راست خالق کائنات نے فرمائی، جس کی تشریح کلام پاک میں بایں الفاظ موجود ہے:

اور اُتاری اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت اور آپ کو سکھائیں وہ باتیں جو آپ جانتے نہ تھے۔

علم وحکمت اور دین و دانائی کا درجہ اور علم والوں کا رتبہ اسلام میں کس قدر بلند ہے اس کا اندازہ کلام پاک کی مندرجہ ذیل آیات سے ہوتا ہے: یعنی اللہ جسے چاہتا ہے عقل اور دانائی کی باتیں مرحمت فرماتا ہے، اور جسے اللہ عقل اور دانائی کی باتیں بخشتا ہے اسے بہت بڑی نعمت عطاء کرتا ہے۔ اللہ تم میں سے ان لوگوں کے درجے بلند کردے گا جو ایمان لائے، اور جنہوں نے علم حاصل کیا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مواقع پر اور مختلف پیرایوں میں علم وحکمت کی ترغیب دلائی ہے۔

طلب کرنا علم کا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ (الحدیث)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم کی طلب میں نکلا وہ گویا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے وطن واپس لوٹے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک عالم کی برتری ایک عبادت گذار پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ شخص پر۔

اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور زمین وآسمان کی ہر شے حتیٰ کہ چیونٹیاں اور سمندروں کی مچھلیاں بھی علم سکھانے والوں کے لئے دعائے خیر کررہی ہیں۔

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ اسلام یا قرآن ہم کو تعلیم حاصل کرنے سے روکتا نہیں، بلکہ تعلیم کو ہمارے لئے فرض قرار دیتا ہے، وہ تعلیم کے ذریعے ہمیں صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات کے درجہ پر پہنچانا چاہتا ہے، وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حقیقی علم ثابت کرتا ہے اور اس کو بنی نوع انسان کی حقیقی صلاح وفلاح اور کامیابی و بہبودی کا ضامن بتاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ قرآن حقیقی علم ہے اور دوسرے تمام علوم وفنون معلومات کے درجہ میں ہیں، ان تمام معلومات کو اپنی اپنی استعداد کے مطابق حاصل کرسکتے ہیں، کیونکہ ان سب کے اصول حضرت آدم علیہ السلام ہی کے خمیر میں ودیعت کردیئے گئے ہیں جیسا کہ کلام پاک کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے:

اور آدم کو اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں بتادیں۔

قرآن مسلمانوں کی ایک مذہبی کتاب ہے، جس کی نسبت ان کا یہ خیال ہے کہ اس کو خدا نے نازل کیا ہے، یہ کتاب عالم انسانی کی رہنمائی کے لئے ایک بہترین رہبر ہے، اس میں تہذیب ہے شائستگی ہے، تمدن ہے، معاشرت ہے، اور اخلاقی اصلاح کے لئے ہدایت ہے، اگر صرف یہی کتاب دنیا کے سامنے ہوتی اور

کوئی ریفارمر (مصلح) پیدا نہ ہوتا تو یہ عالم انسانی کی رہنمائی کے لئے کافی تھی، ان فائدوں کے ساتھ ہی جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ یہ کتاب ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی جبکہ ہر طرف آتش فساد کے شرارے بلند تھے، خون ریزی اور قتل وغارتگری کا دور دورہ تھا، اور فحش کاری عام تھی، تو ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی کہ اس مقدس کتاب نے معجزانہ طور پر ان تمام گمراہیوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور وہ حقیقی اسلام جس کی آج ساری دنیا متلاشی اور محتاج ہے وہ اگر کہیں موجود ہے تو قرآن کریم میں، احادیث نبویہ میں، سرور کائنات ﷺ کی سیرت طیبہ میں اور صحابہ کرام کی پاک زندگیوں میں، لہٰذا اشد ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان قرآن کریم کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں، احادیث نبویہ کا بغور مطالعہ کریں، سیرت طیبہ سے مستفیض ہوں، اور اصحاب کرام کی پاک زندگیوں کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔

ظاہر ہے کہ دینی تعلیم کا مناسب انتظام اور اہتمام کئے بغیر دین کا ذوق اور دین کا فہم پیدا ہونا ناممکن ہے، اس لئے ہمارا اوّلین فرض ہے کہ آنے والی نسل کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لئے کوئی ایسا معقول نظام تعلیم مرتب کریں کہ جس کے ماتحت ہم اپنے بچوں کو مخصوص اوقات میں خالص دینی تعلیم دلاسکیں۔ انسانی برادری کا کوئی شخص اگر پڑوس میں رہتا ہو تو پڑوسی ہونے کے اعتبار سے اس کا وہی حق ہے جو کسی مسلمان کا حق ہے۔ ہر انسان ہمدردی اور رحم کا مستحق ہے، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا"

صدقہ وخیرات میں (زکوٰۃ کے علاوہ) مسلمانوں کے علاوہ انسانی برادری کا ہر شخص حقدار ہے، بشرطیکہ وہ امداد کا مستحق ہو۔ عقائد اور عبادات کے بعد اسلام میں اخلاق کی بے حد اہمیت ہے، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

ایک اور موقع پر فرمایا: (قیامت کی) ترازو میں حسن خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی کہ حسن اخلاق والا اپنے حسن خلق سے ہمیشہ کے روزہ دار اور نمازی کا درجہ حاصل کر سکتا ہے" (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی بندہ کا ایمان پورا نہیں ہوگا جب تک وہ جھوٹ کو ہر طرح سے نہ چھوڑ دے، یہاں تک کہ مذاق اور جھگڑے میں، اگر چہ وہ حق ہی پر کیوں نہ ہو۔"

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں"

جس سے دیانتداری اور امانت کی جو بے حد اہمیت اسلام میں ہے وہ ظاہر ہوتی ہے، حدیث شریف

میں صاف صاف نظر آتا ہے کہ اصلی مسلمان وہی ہے جو اپنے تمام معاملات میں سچا ہو، ایمان دار ہو، امانت دار ہو اور وعدے کا پکا ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ہر دین کا ایک خاص خلق ہوتا ہے، اور اسلام کا خاص خلق جہاد ہے۔"

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

"حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔"

مسلمان نہ طعنہ دیتا ہے، نہ لعنت بھیجتا ہے، نہ بدزبانی کرتا ہے، اور نہ گالیاں بکتا ہے" (حدیث)

ان کے علاوہ جن برائیوں کو دور کرنے کی ہدایات ہمیں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول پاک کی احادیث میں ملتی ہیں، ان میں سے کچھ بہت اہم برائیاں یہ ہیں:

"جھوٹ، وعدہ خلافی، دغابازی، تہمت لگانا، خوشامد کرنا، کنجوسی، لالچ، بے ایمانی، چوری، ناپ تول میں کمی، رشوت لینا، اور دینا، سود لینا، اور دینا، شراب پینا، غصہ کرنا، کسی کو دیکھ کر جلنا، اترانا، دکھاوے کے لئے کام کرنا، فضول خرچی وغیرہ۔"

مومن کی زندگی ان جیسے تمام عیبوں سے بالکل پاک ہونا چاہئے، مومن دنیا میں نیکی کا پیامی ہے، نیکی پھیلانا اور برائی مٹانا اس کا کام ہے، اگر خود اس کے دامن میں بداخلاقی کی گندگیاں لگی ہوئی ہوں تو وہ برائی سے جنگ کرنے کے لئے اللہ کا سپاہی کیسے بن سکے گا، اسی طرح زندگی کے ہر ہر شعبہ کے لئے پاکیزہ تعلیمات اسلام میں پائی جاتی ہیں۔

بقیہ: پیغام نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆ اور چھپکلی اس میں پھونک مارتی ہے تا کہ آگ تیز ہو جائے!

☆ حق و باطل کے معرکے میں جانوروں، درختوں اور بے جان چیزوں نے بھی اپنا اپنا کردار ادا کیا!

☆ لیکن ایک انسان ہے جو دماغ اور دل رکھنے کے باوجود آپ سے کہتا ہے: میں تو غیر جانبدار ہوں!

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ’’رضا‘‘ نصیب فرمائیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ’’عطا‘‘ پر راضی ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔آمین

ایک فارمولہ

انسان کی پوری زندگی دراصل عطا اور محرومی، آسانی اور آزمائش، وصل اور فراق، امید اور انتظار کے درمیان سفر کا نام ہے۔ہم میں سے ہر شخص اپنے رب سے کچھ نہ کچھ مانگتا ہے،کسی کو صحت چاہیے،کسی کو رزق، کسی کو اولاد،کسی کو کامیابی،کسی کو عزت،کسی کو دولت اور ایسے ہی ہزاروں خواہشیں۔ہم دعائیں کرتے ہیں اور پھر اپنے ذہن میں ان دعاؤں کی ایک خاص صورت بھی بنالیتے ہیں کہ اگر اللہ نے ہمیں دیا تو یوں دے گا، فلاں راستہ کھلے گا،فلاں شخص ساتھ دے گا،فلاں کام ہو جائے گا۔لیکن زندگی ہمیشہ ہماری خواہش کے مطابق نہیں چلتی۔یہ دارالامتحان ہے اور امتحان میں پرچہ آپ کی خواہش کے مطابق کیونکر آئے گا؟لیکن اگر ہم اس امتحان میں ایک ایسا ’’فارمولہ‘‘ لگالیں جس سے پرچہ نا صرف آسان ہو جائے بلکہ اس زندگی کو دیکھنے کا زاویہ نظر ہی بدل جائے تو کیسا رہے گا؟ ایک کمال کا ’’فارمولہ‘‘ بالکل ایسے ہی جیسے ریاضی کے مشکل ترین سوالات اور الجبرا کے دقیقی ترین مسائل ایک ’’فارمولہ‘‘ کی مدد سے جھٹ سے حل ہو جاتے ہیں بالکل ایسے ہی اگر ہم کوشش کریں تو یہ فارمولہ اپنی اس زندگی پر اپلائی کر سکتے ہیں اور پھر دیکھیں کیسے سارے مسائل حل ہوتے ہیں۔وہ ’’فارمولہ‘‘ ہے ’’مقام رضا‘‘ یعنی رضا کے مقام کو حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگ جانا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں لگ جانا۔لیکن ’’مقام رضا‘‘ کو حاصل کیسے کریں۔یہ تو کوئی بڑی مشکل چیز لگ

رہی ہے۔نہیں بالکل نہیں! بہت آسان ہے نہایت آسان ہے۔

مقام رضا کیسے؟

یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ سے جب پوچھا گیا کہ بندہ مقامِ رضا پر کب پہنچتا ہے تو ان کا جواب ہماری پوری زندگی کا ایک بہترین نصاب بن سکتا ہے۔ فرمایا کہ جب بندہ اپنے رب کے ساتھ معاملے میں چار اصولوں پر قائم ہو جائے: اگر تو مجھے عطا کرے گا تو میں قبول کروں گا، اگر تو مجھے محروم رکھے گا تو میں پھر بھی راضی رہوں گا، اگر تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دے گا تو میں تیری ہی عبادت کروں گا، اور اگر تو مجھے بلائے گا تو میں لبیک کہوں گا۔(مدارج السالکین) یہ چار جملے بظاہر مختصر ہیں، مگر ان کے اندر یہ کمال کا ''فارمولہ'' چھپا ہوا ہے۔اس ''فارمولہ'' کے تحت ہم ''مقام رضا'' کو پالیں تو بس سارے مسئلے آسان ہو جائیں گے۔

عطا پر شکر

پہلا اصول کہ اگر تو مجھے عطا کرے تو میں قبول کروں گا۔یعنی اللہ دے تو بندہ اسے اپنا کمال نہ سمجھے بلکہ اپنے رب کا فضل سمجھے۔نعمت ملے تو تکبر نہ آئے، کامیابی ملے تو انسان دوسروں کو حقیر نہ جانے، دولت آئے تو دل دولت کا غلام نہ بنے، شہرت ملے تو انسان اپنی حقیقت نہ بھولے۔کیونکہ جس ہاتھ نے عطا کیا ہے، وہی ہاتھ واپس لینے پر بھی قادر ہے۔تو پہلا اصول کتنا آسان ہے۔بس جو رب عطا کریں وہ تھام لو۔اس پر شکر سے سر جھکا دو۔بہت دولت مل گئی یا اللہ آپ کی عنایت ہے آپ کا شکر اور احسان اور دن بھر گرمی اور بھوک کی حالت میں محنت کے بعد ایک لقمہ روٹی ملی تو بھی یا اللہ آپ کا شکر اور احسان۔ہر وقت بڑی سے بڑی نعمت اور چھوٹی سے چھوٹی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر۔یا اللہ! میں تو اس قابل بھی نہیں تھا آپ نے عطا کیا۔یا اللہ! یہ صحت، یہ سائیکل، یہ گاڑی، یہ گھر، یہ سجدہ، یہ نماز، یہ روزہ، یہ حج اور عمرہ، یہ سب کچھ جو آپ نے عطا کیا یا اللہ مجھے قبول ہے۔آپ کا فضل ہے۔آپ کا احسان ہے۔

محرومی پر رضامندی

دوسرا اصول اگر تو مجھے محروم رکھے میں پھر بھی راضی ہوں۔کتابوں میں لکھا ہے اصل امتحان عطا میں نہیں، محرومی میں ہوتا ہے۔خوشی اور فراوانی کے حالات میں اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرنا آسان ہے، مگر جب خواہش پوری نہ ہو، دعا کا جواب اپنی مرضی کے مطابق نہ آئے، برسوں کی کوشش کے باوجود نتیجہ

سامنے نہ آئے، کچھ بہت خوبصورت چھن جائے، کوئی دکھ اور تکلیف ایسی آجائے جس کے بارے میں کبھی وہم وگمان بھی نا ہو۔ تب دل کو یہ سمجھانا کہ میرا رب پھر بھی میرے لیے خیر ہی چاہتا ہے، مقامِ رضا کی طرف حقیقی قدم ہے۔ محرومی کبھی حفاظت ہوتی ہے، کبھی تربیت، کبھی تاخیر میں چھپی ہوئی مصلحت، اور کبھی بلند مقام کی طرف پیش قدمی کے طور پر کسی چیز سے محروم کر دیا جانا۔ حالات کا ایسا ہو جانا کہ دنیا تمام تر وسعتوں کے باوجود آپ پر تنگ ہوگئی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے راضی رہنا کہ اے میرے مالک! میں اس محرومی پر آپ سے راضی ہوں۔ اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ انسان درد محسوس کرنا چھوڑ دے۔ رضا کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آنکھوں میں آنسو نہ آئیں یا دل غمگین نہ ہو۔ انبیاء علیہم السلام اور صالحین نے بھی غم محسوس کیا، آنسو بہائے اور اللہ کے سامنے اپنی کیفیت بیان کی۔ رضا دراصل دل کے اندر اس یقین کا نام ہے کہ حالات خواہ میرے خلاف ہوں، میرا رب میرے خلاف نہیں۔ میں اپنے حالات کو سمجھ نہ سکوں، مگر اپنے رب کی حکمت پر اعتماد رکھوں۔ یہی اعتماد غم کو عبادت بنا دیتا ہے اور انتظار کو صبر۔

ہمیشہ بندگی

تیسرا اصول یہ کہ ''اگر تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دے گا تو میں تیری ہی عبادت کروں گا۔'' یعنی میری عبادت صرف اس وقت نہیں جب میری دعائیں قبول ہوں، میری زندگی آسان ہو اور میری خواہشیں پوری ہوں۔ میرا رب، رب اس وقت بھی ہے جب مجھے کچھ نہ ملے۔ کتنے لوگ ہیں جو خوش حالی میں عبادت گزار دکھائی دیتے ہیں، لیکن آزمائش آتے ہی ان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے کمزور پڑ جاتا ہے۔ جیسے ان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق کسی شرط پر قائم تھا کہ تو مجھے دے، تو میں تیرا، تو میری مشکل حل کر، تو میں تیرا، تو میری خواہش پوری کر، تو میں تیرا۔ حالانکہ حقیقی بندگی سودا نہیں سپردگی ہے۔ جب خود سپردگی ہوگئی تو پھر کوئی غم نہیں۔ اب مالک چاہے نوازے یا چاہے محروم رکھے بندگی اب قائم رہے گی۔ آخری سانس تک بندگی اور صرف اسی کی عبادت، اسی کو سجدہ، اسی کے سامنے آہ وزاری، اسی کے سامنے ہر حال میں اپنا سب کچھ پیش کیا جائے گا۔

لبیک یا اللہ!

چوتھا اصول کہ ''اگر تو مجھے بلائے گا تو میں لبیک کہوں گا۔'' یہاں بندگی اپنی آخری منزل تک پہنچ جاتی ہے۔ انسان دنیا کی ہر خواہش، ہر تعلق، ہر منصوبے اور ہر ترجیح سے بڑھ کر اپنے رب کے حکم کو مقدم سمجھتا

ہے۔اللہ تعالیٰ کا حکم آئے تو اپنی خواہش پیچھے،حق سامنے۔دین کا تقاضا سامنے آئے تو مفاد پیچھے۔موت کا بلاوا آئے تو بندہ شکایت نہیں بلکہ اپنے رب کی طرف لوٹنے کے لیے تیار ہو۔دراصل مقامِ رضا کا سب سے خوبصورت پہلو یہ ہے کہ اس میں انسان اپنی زندگی کے نتائج کا مالک بننے کی کوشش چھوڑ کر اپنے عمل کا ذمہ دار بن جاتا ہے۔وہ کہتا ہے میرا کام کوشش کرنا ہے، نتیجہ میرے رب کے اختیار میں ہے۔میرا کام دعا کرنا ہے، فیصلہ میرے رب کا ہے۔میرا کام اطاعت کرنا ہے، راستہ کھولنا میرے رب کا کام ہے۔میرا کام سجدہ کرنا ہے، قبولیت کا فیصلہ میرے رب کے ہاتھ میں ہے۔

بس یہ آسان سا اصول ہے ”مقام رضا“ کو پانے کا۔

رضامندی

تمام تر بھلائی راضی رہنے میں ہے۔ابن ابی الدنیا کی کتاب 'العقوبات' میں لکھا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: ”اَلْخَیْرُ كُلُّهُ فِي الرِّضَى“ یعنی تمام تر بھلائی (اللہ کے فیصلے پر) راضی رہنے میں ہے“۔چنانچہ اگر آپ میں استطاعت ہو تو راضی رہیں، ورنہ صبر سے کام لیں! بدترین چیز یہ ہے کہ انسان یہ سمجھنے لگے کہ اسے نشانہ بنایا جا رہا ہے اور ہر چیز اس کے خلاف کام کر رہی ہے!

نہیں ہرگز نہیں! یہ دنیا تو ہے ہی ایسی! یہاں کبھی محرومی ہے، کبھی فقر ہے، کبھی بیماری ہے، کبھی خوف ہے اور کبھی بے انتہا مشقت!

کوئی انسان ایسا نہیں جس نے کسی عزیز کو نہ کھویا ہو، پس آپ تنہا نہیں ہیں!

کوئی انسان ایسا نہیں جو کبھی بیمار نہ ہوا ہو، پس آپ اکیلے علیل نہیں ہیں!

کوئی انسان ایسا نہیں جو کسی چیز سے نہ ڈرا ہو، پس آپ اکیلے خوفزدہ نہیں ہیں!

اور کوئی انسان ایسا نہیں جس نے تمنا کی ہو اور اسے اپنی مراد نہ ملی ہو، پس آپ اکیلے محروم نہیں ہیں!

اللہ تعالیٰ کی ہر اُس چیز میں گہری حکمت ہے جو بندے کو پہنچتی ہے، اس لیے ادب ملحوظ رکھیں! اگر آپ اس حکمت کو سمجھ لیں تو راضی رہیں، کیونکہ یہ ایمان کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، اور اگر حکمت آپ کی نظروں سے اوجھل ہو تو صبر کریں، کیونکہ آخر کار آپ ایک بندے ہی ہیں، اور بندہ اپنے مالک کے فیصلے پر کبھی ناک بھوں نہیں چڑھاتا!

اللہ تعالیٰ مومنات کی ہجرت اور نصرت قبول فرمائیں۔

مومنات کا ہجرت کرنا، گناہوں سے آلودہ ماحول سے نکل کر نیکی کی معطر فضاؤں کو تلاش کرنا، شیطانی راستوں سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑنا، دین اور دعوت کے لیے دار الکفر سے دار الاسلام اور دار الظلم سے دار الامان کی طرف ہجرت کرنا یہ پکی سچی، صابرہ اور صالحہ مومنات کی نشانی ہے۔

اسلام کی سب سے پہلی ہجرت حبشہ کی طرف ہوئی، جس میں پانچ مومنات شریک تھیں، جبکہ حبشہ کی طرف دوسری ہجرت میں بارہ مومنات اپنے شوہروں کے ساتھ شامل ہوئیں، جن میں ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری صابرہ وشاکرہ بیٹی اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ، حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ یہ تینوں ہجرتوں میں اپنے شوہر کے ساتھ شانہ بشانہ موجود رہیں۔ ہجرتِ مدینہ میں تو سینکڑوں صحابیات شامل تھیں، بعض مومنات تن تنہا بھی ہجرت پر مجبور ہوئیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد مومنات کی ہجرت کو ایک خصوصی اعزاز بھی ملا کہ صلح کی وجہ سے مومن مردوں کی ہجرت بظاہر رک گئی لیکن مومنات کی ہجرت کو باقی رکھا گیا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مومنات کی اس خصوصی ہجرت کو بڑے اہتمام کے ساتھ ذکر فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ (سورة الممتحنة، الآية:۱۰)

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومنات ہجرت کر کے آئیں تو ان کی جانچ کرلو۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ پھر اگر تم انہیں مومنہ معلوم کرلو تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ لوٹاؤ۔

ان کے ایمان کی جانچ یہ تھی کہ وہ یقین دلائیں کہ انہوں نے یہ ہجرت صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں کی ہے۔

مؤمنات کے تزکیہ کے لیے خصوصی بیعت:

اسی طرح اسی سورۃ ممتحنہ میں مؤمنات کی تزکیہ خیز بیعت کا بھی تذکرہ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (سورة الممتحنة، الآية:۱۲)

اے نبی! جب آپ کے پاس مؤمنات اس بات پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی، نہ چوری کریں گی، نہ زنا کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، نہ بہتان کی اولاد لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (نطفہ شوہر سے جنی ہوئی) بنالیں، اور نہ کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی، تو آپ ان کی بیعت قبول کرلیں اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔

آیت کریمہ کا تفسیری خلاصہ:

اس آیت کریمہ سے بہت سے معارف واسباق نکلتے ہیں: مثلاً

1) مؤمنات کی تربیت اور تزکیہ کے لیے بیعت لینا قرآن کریم کا حکم ہے۔

2) مؤمنات کی بیعت اور تزکیہ کے لیے ان کے احوال کے مطابق خاص نصاب مقرر کیا جا سکتا ہے۔ صحیح روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان چیزوں کے ساتھ میت پر نوحہ نہ کرنے کو بھی شامل کیا تھا۔

3) صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مؤمنات سے یہ بیعت عید الفطر کے دن لیا کرتے تھے (صحیح البخاری، رقم الحدیث:۹۷۹) اس سے یہ ثابت ہوا کہ مؤمنات کی تربیت اور تزکیہ کے لیے خاص دن رکھے جاسکتے ہیں۔

4) رسول اللہ ﷺ یہ بیعت زبانی لیتے تھے، اس میں کسی مؤمنہ سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے (صحیح

البخاری ایضاً)

5) یہ آیت کریمہ فتح مکہ کے موقع پر نازل ہوئی، جس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مردوں سے صفا پہاڑی پر بیعت لی جبکہ مؤمنات سے یہ بیعت رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صفا پہاڑی سے نیچے لی (تفسیر ابن کثیر)

6) آپ ﷺ یہ بیعت مہاجرات اور انصار صحابیات دونوں سے لیتے تھے۔

مسلم خواتین پر فتنوں کی یلغار اور دورہ تزکیہ کا تعارف:

امت مسلمہ کی حقیقی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی شان یہ تھی کہ وہ گھر کی چار دیواری میں ایمان کو مستحکم کرتیں، اپنی گود کو اسلامی اور دینی تربیت گاہ بناتیں اور اپنے گھر کے ماحول کو اسلامی تعلیمات سے منور کرتیں کیوں کہ یہی ہماری اسلاف خواتین کا طرہ امتیاز رہا ہے کہ ان کا گھر اور ان کی گود ایمانی اور روحانی تربیت گاہ ہوتی تھی، لیکن دنیا کی زوال پزیر ترقی نے، دشمنانِ دین کی زہر آلود چالاکی اور مکاری نے اور خواتین کی آزادی کے جعلی اور سازشی نعروں نے امت کی ان پیاری اور مستور ہستیوں کو گھر کی ملکہ سے اٹھا کر سڑکوں اور ہوٹلوں کا بھکاری اور خدمت گزار بنا دیا، آج دنیا کے ہر شعبہ میں خواتین بے پردہ اور بے لگام نظر آتی ہیں، کرکٹ کا میدان ہو یا جہازوں کی فضائیں، سکول و کالج ہوں یا یونیورسٹیز، خرید و فروخت کے بازار ہوں یا تجارتی کمپنیاں، سیاست ہو یا فوجی ادارے، خوشی کے مواقع ہوں یا غم کی مجالس ہر معقول اور غیر معقول شعبہ میں خواتین کی بہتات نظر آتی ہے۔ سعادت مند ہیں وہ خواتین جو اپنے گھروں سے بالکل باہر نہیں نکلتیں، لیکن ستیاناس ہو موبائل کے فتنے کا کہ اس فتنے نے ان محفوظ اور مستور گھرانوں کو بھی غیر محفوظ بنا دیا ہے الا ماشاء اللہ، جس کی وجہ سے خواتین کی تعلیم و تربیت اور تزکیہ کا نظام بالکل بکھر چکا ہے اور ان کے لیے ایمانی، روحانی اور دینی ماحول کی فراہمی مشکل سے مشکل تر ہوتی جا رہی ہے۔

وقت کی بہت بڑی ضرورت اور تاریخی دھارے کو بدلنے کے لیے ضروری ہے کہ اس بکھرے اور بچھڑے ہوئے خواتین کے نظام کو منظم کیا جائے، مؤمنات کو اللہ تعالیٰ سے جوڑا جائے، ان کے دلوں کو غلیظ محبتوں سے نکال کر نورِ ایمان سے منور کیا جائے، ان کی زبان کو غیبت کی نحوست سے بچا کر لذتِ ذکر کی مٹھاس چکھائی جائے، انہیں خوف و وساوس کے جال سے نکال کر یقین کی راہوں پر چلایا جائے، ان کے ایمانی حصار کو مضبوط تر بنایا جائے۔ انہیں ایسا ماحول فراہم کیا جائے کہ جس میں وہ پوری دنیا سے کٹ کر

صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تعلق بنانے کی فکر میں جم کر بیٹھ جائیں، تا کہ وہ اس ماحول سے نورِ ایمان کی چنگاری کو قلوب میں جلائیں اور پھر اس سے اپنے گھر اور خاندانی ماحول کی بجھی شمعوں کو روشن کر سکیں اور تا کہ مؤمن مرد اور مؤمن عورت کے تعاون وتناصر کی فضا مضبوط ہو سکے کیوں کہ قرآن کریم کا پیغام ہے کہ

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ

اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فضل وکرم سے مؤمنات کو دورہ تزکیہ نصیب ہوگیا، اللہ تعالیٰ کی محبت پانے کے لیے ہجرت اور سفر کا موقع میسر آگیا، پہلے جو خواتین ہمیشہ دنیا کے لیے گھر سے نکلتی تھیں، اب ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے لیے نکلنا بھی ممکن ہوگیا، اللہ تعالیٰ ان کے اس نکلنے کو فتنوں سے محفوظ فرما کر اپنی رضا اور خوشنودی والا بنا دیں۔ جو خواتین اس پہلے تجرباتی دورے میں شریک ہیں، ان کے تاثرات انتہائی ایمان افروز اور خوش آئند ہیں، ان کی ایمانی اور روحانی کیفیات کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا، اللہ تعالیٰ ان کے جملہ اعمال قبول فرمائیں اور انہیں نورِ ایمان سے سرشار فرمائیں۔

دورہ تزکیہ کے مقاصد قرآن کریم کی روشنی میں:

دورہ تزکیہ کے مقاصد اور اس کے نصاب کو سمجھنا اور پرکھنا ہو تو سورۃ احزاب کی اس آیت کریمہ میں غور فکر کر لیجیے:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا.

”یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں، اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں، اور سچے مرد اور سچی عورتیں، اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اور خشوع اختیار کرنے والے مرد اور خشوع اختیار کرنے والی عورتیں، اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں، اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت

کرنے والے مرد، اور (ان کی) حفاظت کرنے والی عورتیں، اور اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مغفرت اور عظیم اجروثواب تیار کر رکھا ہے۔

دورہ تزکیہ کے مقاصد میں ایک اہم ترین اور بلند ترین مقصد یہ ہے کہ ایک مؤمنہ اس آیت کریمہ میں بیان کردہ صفات کی حامل بن جائے اور دورہ تزکیہ کا مکمل نصاب بھی انہی صفات کے گرد گھومتا ہے۔

اگر آپ مؤمنات بھی یہ صفات حاصل کرنا چاہتی ہیں تو پھر اپنے بڑھتے ہوئے قدموں کا رخ دورہ تزکیہ کی طرف کر دیں، دارالارقم للمؤمنات آپ کا منتظر ہے۔

اگلا دورہ تزکیہ بہت جلد آنے والا ہے، شرعی مسافت سے آنے والی مؤمنات پر لازم ہے کہ وہ اپنے محارم یا شوہروں کے ساتھ تشریف لائیں۔

اللہ تعالیٰ دورہ تزکیہ کی قدردانی نصیب فرمائیں۔ اسے قبولیت اور مقبولیت عطاء فرمائیں۔ اس دورہ کی فکر کرنے والوں کی اس سعی کو سعی مشکور اور حرث الآخرۃ یعنی آخرت کی کھیتی بنائیں۔

بقیہ: کارگزاری شعبہ جات

خواتین کے خصوصی مسائل پر 21 روزہ کورس 19 طالبات۔ دس روزہ انعامی سیرت سوالات مقابلہ شرکاء 49۔

شعبہ الرمایہ

الحمدللہ 140 طلباء تیر اندازی کے مبارک عمل کو سیکھ چکے ہوں، ان تین دنوں میں چلائے جانے والے تیروں کی کل تعداد 300 رہی ہے۔ الحمدللہ

کارگزاری سوئمنگ پول

اس ہفتے جامعۃ الصابر کے 63 طلباء کی کلاس شروع ہوئی ہے۔ دارالقرآن کے طلباء کی کلاس اگلے ہفتے ان شاء اللہ ہوگی، جبہ اور خدمت والے 15 افراد کی ایک کلاس جاری ہے۔

کام میں مزید استقامت اور ترقی کے لیے دعاء فرما دیجئے گا اور بندہ کے لیے خصوصی دعاؤں کی درخواست

محمد جنید نوناری (متعلم جامعۃ الصابر)

تعلیمِ حکمت خیر کثیر کا سرچشمہ

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے مقاصدِ بعثت میں سے ایک نہایت اہم مقصد تعلیمِ حکمت کو قرار دیا ہے۔ قرآنِ کریم میں جہاں آپ ﷺ کی بعثت کے مختلف مقاصد بیان ہوئے ہیں، وہیں کتاب کے ساتھ حکمت کی تعلیم کا بھی خصوصی ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی حقیقی اصلاح، اس کے کردار کی تعمیر اور دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے صرف ظاہری معلومات کافی نہیں، بلکہ علم کے ساتھ حکمت اور دین کی صحیح سمجھ بھی ضروری ہے۔

حکمت کے معنی کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر علماء و محققین سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ کسی نے اس سے مراد علم دین لیا، کسی نے علم شرائع، کسی نے حدیث و سنت، کسی نے سچی اور حق بات، کسی نے دین کی سمجھ اور بصیرت، جبکہ بعض حضرات نے اسے نیک اور صالح عمل سے تعبیر فرمایا ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا گیا کہ حکمت ہر اس قول و عمل کا نام ہے جو حق کے موافق ہو اور جس کے ذریعے انسان صحیح راستے پر گامزن ہو۔

علماء کرام نے ان تمام اقوال کا خلاصہ نہایت جامع الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے:

وَضْعُ الْأُمُورِ فِي مَحَلِّهَا

یعنی ہر چیز کو اس کے مناسب مقام و مرتبے پر رکھنا۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اندر یہ صلاحیت محض عقل و تجربے سے کامل طور پر پیدا نہیں ہو سکتی۔ اسے اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور علمِ دین کی رہنمائی درکار ہوتی ہے۔ انسان کس موقع پر کیا بات کہے، کس معاملے میں کیا رویہ اختیار کرے، کس چیز کو مقدم رکھے اور کس چیز کو مؤخر کرے، کس عمل میں خیر ہے اور کس میں نقصان، ان

تمام امور کی صحیح پہچان دین ہی عطاء کرتا ہے۔اس اعتبار سے حکمت کا تعلق علمِ دین، فہمِ دین اور اس کے مطابق زندگی گزارنے سے بہت گہرا ہے۔

حکمت کا مقام و مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خیر کثیر قرار دیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

ترجمہ: اللہ جسے چاہتا ہے حکمت عطاء فرماتا ہے، اور جسے حکمت عطاء کر دی گئی اسے بہت بڑی بھلائی عطاء کر دی گئی۔

اس آیت سے حکمت کی عظمت اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔جس شخص کو دین کی صحیح سمجھ نصیب ہو جائے اور وہ اس سمجھ کو اپنی عملی زندگی میں نافذ بھی کر لے، اس نے درحقیقت زندگی کی سب سے بڑی دولت حاصل کر لی۔کیونکہ علم دین انسان کو اس کے رب سے پہچان کراتا ہے، اسے اپنے مقصدِ زندگی سے آگاہ کرتا ہے، حلال و حرام کی تمیز سکھاتا ہے، اچھے اور برے اخلاق میں فرق بتاتا ہے اور اسے دنیا کی عارضی زندگی سے آگے آخرت کی دائمی زندگی کی تیاری کا شعور عطاء کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر حکمت سکھانے، یعنی دین کی تعلیم کو اپنے محبوب نبی ﷺ کے مقاصدِ بعثت میں سے ایک مقصد قرار دیا ہے۔ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مؤمنوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں، انہیں پاک صاف کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

یہ آیت نہایت جامع ہے۔اس میں نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بنیادی مقاصد میں تلاوتِ آیات، تزکیۂ نفس، کتاب کی تعلیم اور حکمت کی تعلیم کو بیان کیا گیا ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ دین صرف چند معلومات کا نام نہیں، بلکہ دین انسان کے علم، فکر، اخلاق، کردار اور عمل سب کی اصلاح چاہتا ہے۔

ہم اس آیت میں بیان کردہ حکمت کے مفہوم سے چند اہم نکات اخذ کر سکتے ہیں:

سب سے پہلی بات یہ سامنے آتی ہے کہ حکمت اور علم دین ایسی عظیم اور ضروری چیز ہے کہ اس کی تعلیم

کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو معلم بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم وتربیت فرمائی، ان کے دلوں کو ایمان سے منور کیا، ان کے اخلاق سنوارے، انہیں حلال وحرام کی پہچان دی اور انہیں ایسا عملی نمونہ عطا فرمایا جس پر چل کر وہ دنیا کے بہترین انسان بن گئے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علم کا اصل مقصد صرف معلومات جمع کرنا نہیں، بلکہ انسان کی زندگی کو تبدیل کرنا ہے۔ ایسا علم جو انسان کے اخلاق بہتر نہ کرے، اسے اللہ تعالیٰ کے قریب نہ لے جائے اور اس کے اعمال کو درست نہ کرے، وہ علم کی حقیقی روح سے محروم ہے۔ حقیقی حکمت وہ ہے جو انسان کے علم کو عمل میں، عمل کو اخلاص میں اور اخلاص کو اللہ تعالیٰ کی رضا میں تبدیل کر دے۔

جب رسول اللہ ﷺ کا وجودِ مبارک بطور معلمِ حکمت ہے اور آپ ﷺ نے امت کو کتاب وحکمت کی تعلیم دی، تو امت کا وجود بطور متعلمِ حکمت ہے۔ یعنی جس طرح رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری تعلیم وتربیت تھی، اسی طرح امت کی ذمہ داری علمِ دین سیکھنا اور پھر اس کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔

اسی لیے ہر مسلمان مرد وعورت کو اپنی استطاعت کے مطابق علمِ دین حاصل کرنے کی فکر ہونی چاہیے۔ مسلمان کے لیے یہ کافی نہیں کہ وہ صرف اپنے آباؤ اجداد سے ملنے والی چند دینی باتوں پر اکتفا کرے، بلکہ اسے قرآن وسنت کی تعلیمات کو سمجھنے، اپنے ضروری مسائل جاننے اور اپنے دین کے بنیادی احکام سے واقف ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ہر شخص کے لیے عالم دین بننا ممکن نہیں، لیکن ہر مسلمان کے لیے ضرورت کے مطابق دین سیکھنا ضرور ممکن ہے۔ نماز کیسے پڑھنی ہے، روزے کے مسائل کیا ہیں، حلال وحرام کی بنیادی تمیز کیا ہے، معاملات اور معاشرت میں اسلام کیا تعلیم دیتا ہے، والدین، اولاد، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق کیا ہیں یہ وہ بنیادی علوم ہیں جن سے کسی مسلمان کو بے خبر نہیں رہنا چاہیے۔

اور اگر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے زیادہ وقت، صلاحیت اور مواقع عطاء فرمائے ہوں تو اسے اس نعمت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے علمِ دین میں مزید آگے بڑھنا چاہیے، کیونکہ دین کا علم جتنا حاصل کیا جائے، انسان کے لیے اتنے ہی نئے دروازے کھلتے جاتے ہیں۔

حکمت صرف ایک علمی قابلیت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ قرآن کریم میں حضرت لقمان علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ

ترجمہ: اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطاء فرمائی کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کی سمجھ اور حکمت کا عطاء ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے اور اس فضل کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔شکر صرف زبان سے الحمدللہ کہہ دینے کا نام نہیں، بلکہ حقیقی شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت کو اسی کی رضا کے راستے میں استعمال کیا جائے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو دین کا علم عطاء فرمایا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ علم پر تکبر نہ کرے بلکہ اسے اپنی اصلاح، اپنے گھر والوں کی تربیت اور معاشرے کی بھلائی کے لیے استعمال کرے۔اسی طرح جو شخص علم حاصل کرنے کی راہ پر گامزن ہے، اسے بھی اسے اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر شکر، اخلاص اور عاجزی کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے۔

علم دین کی سب سے خوب صورت خصوصیت یہ ہے کہ اس کا سفر کبھی ختم نہیں ہوتا۔ یہ ایک ایسے وسیع سمندر کی مانند ہے جس میں انسان جتنا اترتا جاتا ہے، اتنے ہی نئے موتی اور قیمتی گوہر اس کے سامنے آتے جاتے ہیں۔جتنا انسان قرآن وسنت کا مطالعہ کرتا ہے، اتنا ہی اسے دین کی وسعت، گہرائی اور حکمت کا احساس ہوتا ہے۔

اسی طرح علم انسان کی روحانی پرواز کو بھی بلند کرتا ہے۔جس قدر انسان دین کو سمجھتا، اس پر غور کرتا اور اسے اپنی زندگی میں نافذ کرتا ہے، اسی قدر اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی معرفت، آخرت کا احساس، اخلاق کی خوب صورتی اور مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک پیدا ہوتا جاتا ہے۔

لہٰذا علم دین کو زندگی کا بوجھ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ عظیم نعمت سمجھنا چاہیے۔اس کے حصول میں آنے والی محنت کو سعادت جاننا چاہیے اور جو کچھ حاصل ہو جائے اس پر شکر ادا کرتے ہوئے مزید علم کی دعاء کرنی چاہیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ علم دین حاصل کرنا ہر مسلمان کی بنیادی ضرورت ہے اور علم حاصل ہو جانے کے بعد اس پر عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ضروری ہے۔حکمت دراصل وہ نور ہے جو انسان کو صحیح اور غلط، حق اور باطل، نفع اور نقصان اور دنیا و آخرت کی حقیقت میں فرق کرنا سکھاتا ہے۔جسے اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطاء فرمادی، اسے خیر کثیر عطاء ہوگئی۔

حجاج بن یوسف کے بعد

95 ہجری میں حجاج بن یوسف کے انتقال کے بعد بھی حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف علاقوں میں امن قائم رکھا، بعض مقامات کو صلح کے ذریعے اسلامی ریاست میں شامل کیا اور انتظامی نظام کو مزید مضبوط بنایا۔ ان کی مسلسل کامیابیوں کے بعد اب ان کی توجہ ہندوستان کی طاقتور ریاست قنوج کی طرف تھی۔

قنوج کی مہم اور سیاسی تبدیلی

حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے قنوج کے حکمران کو اسلام قبول کرنے یا جزیہ ادا کرنے کی دعوت دی، لیکن اس نے انکار کر دیا۔ آپ نے مہم کی تیاریاں شروع کر دیں، مگر اسی دوران خلیفہ ولید بن عبد الملک کا انتقال ہو گیا۔ نئے خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے سیاسی اختلافات کی بنا پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سندھ کی گورنری سے معزول کر دیا، یوں ایک عظیم فاتح کی مزید فتوحات کا سلسلہ اچانک رک گیا۔

گرفتاری اور قید

خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے حکم پر نئے گورنر نے حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر لیا۔ آپ کو زنجیروں میں جکڑ کر عراق روانہ کیا گیا۔ اس کٹھن سفر اور قید کی سختیوں کے باوجود آپ نے صبر، استقامت اور عزتِ نفس کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ آپ کے اشعار سے بھی اپنے مشن پر ثابت قدمی، وفاداری اور جواں مردی نمایاں ہوتی ہے۔

شہادت

قید کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سخت اذیتیں دی گئیں۔ متعدد تاریخی روایات کے مطابق انہی مظالم کے

نتیجے میں صرف تئیس برس کی عمر میں آپ کی شہادت ہوئی۔ یوں وہ نوجوان سپہ سالار، جس نے نوعمری میں برصغیر کی تاریخ کا رخ بدل دیا تھا، سیاسی انتقام کا نشانہ بن گیا۔

اہلِ سندھ کا غم

حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری اور شہادت کی خبر پورے سندھ میں غم و اندوہ کے ساتھ سنی گئی۔ مسلمان ہی نہیں بلکہ بہت سے غیر مسلم بھی آپ کی جدائی پر افسردہ ہوئے، کیونکہ انہوں نے آپ کی حکومت میں عدل، امن، جان و مال کا تحفظ اور مذہبی آزادی کا عملی مشاہدہ کیا تھا۔ آپ کی معزولی کے بعد کئی علاقوں میں دوبارہ بغاوتیں شروع ہوگئیں اور وہ مضبوط انتظامی نظام کمزور پڑنے لگا جو آپ نے بڑی محنت سے قائم کیا تھا۔

عدل و حسنِ انتظام

حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ صرف عظیم فاتح ہی نہیں بلکہ کامیاب منتظم بھی تھے۔ آپ نے مفتوحہ علاقوں میں امن قائم کیا، مساجد تعمیر کروائیں، خراج کا منصفانہ نظام نافذ کیا، مقامی آبادی کے مذہبی حقوق کا احترام کیا اور انتظامی امور میں اہلِ صلاحیت افراد کو ذمہ داریاں سونپیں۔ آپ کی دیانت، امانت، عدل، رواداری اور عہد کی پابندی نے رعایا کے دل جیت لیے، جس کے نتیجے میں بہت سے لوگ اسلام کے قریب آئے۔

ایک مثالی سپہ سالار

حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی کامیابی کا راز ان کی غیر معمولی منصوبہ بندی، بہترین انتظام، جنگی بصیرت اور مضبوط قیادت تھی۔ وہ ہر مہم سے پہلے مکمل تیاری کرتے، دشمن کی قوت و کمزوری کا باریک بینی سے جائزہ لیتے، وسائل کا بہترین استعمال کرتے اور حالات کے مطابق اپنی حکمتِ عملی میں مناسب تبدیلی کرتے تھے۔ دیبل، اروڑ اور ملتان کی فتوحات ان کی عسکری مہارت اور دوراندیشی کی روشن مثالیں ہیں۔

جنگی بصیرت اور قیادت

آپ صرف میدانِ جنگ کے شہسوار نہیں تھے، بلکہ جنگی حکمتِ عملی کے بھی غیر معمولی ماہر تھے۔ سندھ کی مہم سے پہلے آپ نے ان تمام معلومات سے بھرپور فائدہ اٹھایا جو پہلے آنے والے مسلمان مجاہدین اپنے تجربات کی صورت میں چھوڑ گئے تھے۔ آپ نے سندھ کی سرزمین کی جغرافیائی کیفیت، دشمن کی فوجی طاقت، اس کے ہتھیار، جنگی انداز، قلعوں کی مضبوطی اور دفاعی نظام کے ہر پہلو کا باریک بینی سے مطالعہ کیا۔

اس کے بعد آپ نے حالات کے مطابق ایسی تیاری کی کہ کوئی پہلو تشنہ نہ رہ گیا۔لشکر کو وافر سامان، اسلحہ، رسد اور دیگر ضروری ساز وسامان مہیا کیا گیا۔قلعہ شکن منجنیقیں تیار کی گئیں، اور ان کے استعمال کے لیے ایسے ماہر سپاہی مقرر کیے گئے جو پوری مہارت کے ساتھ انہیں چلا سکتے تھے۔

درست ہدف کا انتخاب اور مرحلہ وار پیش قدمی

آپ کی ایک نمایاں خوبی یہ بھی تھی کہ وہ درست ہدف کا انتخاب بخوبی جانتے تھے۔آپ کی ہر فوجی پیش قدمی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوتی۔ایک مضبوط مرکز فتح کرتے، پھر اسے اپنی اگلی مہم کا مستحکم اڈہ بناتے، اور اس کے بعد اگلے ہدف کی طرف بڑھتے۔یہی منظم حکمتِ عملی ان کی مسلسل کامیابیوں کا راز تھی۔

اسی طرح معرکۂ دیبل میں آپ نے دشمن کے سب سے حساس مقام پر ضرب لگانے کا فیصلہ کیا۔شہر کے عظیم مندر پر نصب بڑے بت کو منجنیق ''العروس'' کے ذریعے نشانہ بنایا گیا۔اس کا مقصد محض ایک عمارت کو گرانا نہیں تھا، بلکہ دشمن کے حوصلے توڑنا تھا، کیونکہ مدافعین کا عقیدہ تھا کہ جب تک وہ بت قائم ہے، شہر ناقابلِ تسخیر رہے گا۔جب وہ بت زمین بوس ہوا تو اہلِ دیبل کے حوصلے بھی ٹوٹ گئے۔ان کی صفوں میں بدحواسی پھیل گئی، دفاعی منصوبہ درہم برہم ہوگیا، اور آپ نے اسی نفسیاتی برتری سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے فیصلہ کن کامیابی حاصل کر لی۔

لیکن آپ صرف دشمن کی کمزوریوں پر نظر نہیں رکھتے تھے، بلکہ اپنے سپاہیوں کے ایمان اور حوصلے کو بھی ہر وقت تازہ رکھتے تھے۔اپنے لشکر میں یہ یقین پیدا کرتے کہ اگر ایمان مضبوط ہو اور مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہو، تو فتح یقینی ہے۔یہی وجہ تھی کہ آپ کے سپاہی تعداد میں کم ہونے کے باوجود بڑے بڑے لشکروں کے سامنے سینہ سپر رہتے تھے۔دوسری طرف دشمن پر آپ کی شخصیت اور ان کی فوج کا ایسا رعب طاری ہو جاتا کہ وہ انہیں صحراؤں سے آنے والے ایسے ناقابلِ شکست مجاہد سمجھنے لگتے جن کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔یوں آپ نے ایک ہی وقت میں دو محاذوں پر کامیابی حاصل کی: اپنے سپاہیوں کے حوصلے بلند کیے اور دشمن کے دلوں میں خوف بٹھا دیا۔یہی کسی عظیم سپہ سالار کی اصل پہچان ہوتی ہے۔

جرأت وجسارت اور سپاہیوں کا جذبہ

آپ کی قیادت کا ایک اور درخشاں وصف جرأت و جسارت تھا۔آپ خطرات سے کبھی مرعوب نہیں ہوتے تھے۔سندھ کی اجنبی اور دشوار گزار سرزمین میں وہ بے خوف آگے بڑھتے رہے۔آپ کی یہی بے

مثال دلیری آپ کے سپاہیوں کے اندر بھی سرایت کرگئی، یہاں تک کہ وہ ایسے کارنامے انجام دینے لگے جو بظاہر ناممکن دکھائی دیتے تھے۔

چنانچہ دیبل کے محاصرے کے دوران کوفہ کے ایک جانباز مجاہد مرادی نے قلعے کی فصیل پر لگائی گئی سیڑھیوں کے ذریعے تنہا چڑھنے کا خطرہ مول لیا۔ جب وہ قلعے کی دیوار پر پہنچا تو اس کے ساتھی بھی اس کے پیچھے لپکے، اور فضا اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔

جنگی منصوبہ بندی میں لچک

آپ کی جنگی منصوبہ بندی کی ایک نمایاں خصوصیت اس کی لچک تھی۔ ایسے منصوبے مرتب کرتے جو بدلتے ہوئے حالات کے مطابق آسانی سے تبدیل کیے جاسکتے تھے۔ اس کی واضح مثال دیبل کا معرکہ ہے۔ اس جنگ کے لیے ایسی حکمتِ عملی اختیار کی جس میں تینوں امکانات پیشِ نظر رکھے گئے تھے: اگر شہر محاصرے سے کمزور ہو کر ہتھیار ڈال دے تو محاصرہ جاری رکھا جائے، اگر دشمن فصیلوں سے باہر نکل کر مقابلہ کرے تو میدان میں اس سے جنگ کی جائے، اور اگر ضرورت پیش آئے تو سیڑھیاں لگا کر فصیلوں پر چڑھائی کی جائے، دروازے کھولے جائیں اور شہر پر بزورِ قوت قبضہ کرلیا جائے۔ چنانچہ معرکۂ دیبل میں یہی تیسری صورت پیش آئی اور منصوبہ کامیاب ثابت ہوا۔

میدانِ جنگ میں فیصلہ کن قیادت

آپ کی قیادت اس اعتبار سے بھی ممتاز تھی کہ آپ میدانِ جنگ کی کارروائیوں کو پوری مہارت سے چلاتے، معرکے کے دوران تمام حالات پر نظر رکھتے، نہایت باریک بینی سے منصوبہ بندی کرتے، بروقت اور درست فیصلے صادر کرتے، مناسب موقع سے فائدہ اٹھا کر دشمن پر فیصلہ کن ضرب لگاتے، میسر وسائل سے بھرپور استفادہ کرتے، اور ضرورت پڑنے پر جنگی چالوں اور فریبِ حرب سے بھی کام لیتے تھے۔ یہی وہ اوصاف ہیں جو ایک غیر معمولی سپہ سالار کی پہچان سمجھے جاتے ہیں۔

عدل، مساوات اور حسنِ معاملہ

آپ کی ایک اور نمایاں خصوصیت مفتوحہ علاقوں کے باشندوں کے ساتھ ان کا حسنِ سلوک تھا۔ آپ کی آمد سے پہلے ہی بعض ہندوستانی مسلمان تاجروں کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرچکے تھے، کیونکہ انہوں نے اسلام میں عدل، مساوات، امن اور توحید کی وہ تعلیمات دیکھی تھیں جو ان کے اپنے

معاشرے کے طبقاتی نظام اور امتیازی رویوں سے یکسر مختلف تھیں۔

آپ نے مفتوحہ علاقوں میں اسلامی تعلیمات کو محض زبان سے نہیں، بلکہ اپنے عمل سے نافذ کیا۔ انہوں نے رعایا کے ساتھ عدل و انصاف، مساوات اور حسنِ معاملہ کو اپنا شعار بنایا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے مقامی باشندے اسلام کی حقانیت اور مسلمانوں کے حسنِ اخلاق سے متاثر ہوئے، اسلام قبول کیا، اور بعد ازاں مسلمانوں کے لشکروں میں شامل ہو کر مختلف معرکوں میں ان کے معاون اور مددگار بنے۔

ہندوستان کے بہت سے باشندوں، خصوصاً نچلے طبقات کے لوگوں نے محمد بن قاسم سے اپنی وفاداری کا اظہار کیا، کیونکہ وہ آپ کی فراخ دلی، عدل، رحم دلی اور اس بات سے متاثر تھے کہ آپ نے اپنی فوج کو ظلم، لوٹ مار اور زیادتی سے سختی کے ساتھ روکے رکھا۔ لوگوں کو ان کی جان، مال اور عزت کا مکمل تحفظ فراہم کیا۔

یہی حسنِ سلوک تھا کہ ملتان میں ایک برہمن نے از خود مسلمانوں کی رہنمائی کرتے ہوئے ایک ایسے خفیہ مقام کی نشاندہی کی جہاں مقامی حکمران اپنے خزانے محفوظ رکھتے تھے۔ آپ کو وہاں سے اتنا مال حاصل ہوا کہ اس سے سندھ کی پوری فوجی مہم پر ہونے والے اخراجات سے بھی زیادہ رقم بیت المال میں جمع کرا دی گئی۔

الغرض، آپ کے حسنِ اخلاق، عدل و انصاف، رعایا کی جان و مال کے تحفظ اور مذہبی آزادی کی پالیسی نے اہلِ سندھ کے دلوں میں مسلمانوں کے لیے اعتماد اور خیر خواہی پیدا کی، اور یہی طرزِ عمل وہاں اسلامی اقتدار کے استحکام کا ایک اہم سبب بنا۔

نمایاں اوصاف

حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں غیر معمولی ذہانت، مثالی شجاعت، مضبوط انتظامی صلاحیت، بہترین منصوبہ بندی، بروقت فیصلہ سازی، خطرات کا سامنا کرنے کا حوصلہ، عدل و انصاف، حسنِ اخلاق، دیانت، امانت، رواداری، رعایا نوازی، اسلامی اقدار سے وابستگی اور دین کی سربلندی کا جذبہ نمایاں تھا۔ یہی اوصاف انہیں اسلامی تاریخ کے ممتاز سپہ سالاروں میں منفرد مقام عطاء کرتے ہیں۔

تاریخ کے آئینے میں

حضرت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر عمر میں سندھ اور برصغیر کے وسیع علاقے اسلامی ریاست

بقیہ صفحہ ۴۶ پر

اللہ تعالیٰ ہم سب مؤمنین ومؤمنات کو اپنی سچی محبت نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین

ہمیں یہ حقیقت جتنی جلد سمجھ آجائے، اتنا ہی بہتر ہے کہ ہمیں جس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا، وہ ہے: اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری، اس کی اطاعت اور اس سے محبت۔ دنیا کی باقی تمام چیزیں ہماری ضروریات ہیں، ہماری منزل نہیں۔ یہ باتیں سننے میں کتنی عجیب لگتی ہیں نا! کہنے کو تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہم مسلمان ہیں، بھلا ہمیں اللہ تعالیٰ سے محبت کیوں نہ ہوگی؟ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ ایک مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت نہ ہو؟ لیکن یہ دعوی کرنا کتنا آسان ہے؟ کیا اس محبت کو پرکھنے کا کوئی پیمانہ ہے کہ واقعی ہمیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے؟

حج کے دوران ایک موقع پر ایک مرتبہ مسجد الحرام میں بیٹھی قرآن مجید کی تلاوت کر رہی تھی کہ جب میں اس آیت پر پہنچی: قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ (آل عمران: 31) کہہ دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری (رسول اللہ ﷺ کی) پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ تو مجھے جیسے اپنے سوال کا جواب مل گیا۔ میں کافی دیر اسی آیت میں گم رہی کہ واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرنا آسان ہے لیکن اس محبت کو پرکھنے کا ایک واضح معیار بھی تو اللہ تعالیٰ نے خود ہمیں بتا دیا ہے: رسول اللہ ﷺ کی اتباع! چنانچہ محبت الٰہی کو جانچنے کے لیے اپنی زندگی کا جائزہ لینا ہوگا کہ دل میں نبی کریم ﷺ کی محبت کس قدر ہے؟ ہماری گفتگو، اخلاق، لباس، عبادات، معاملات اور طرزِ زندگی میں سنتِ رسول ﷺ کی کتنی جھلک نظر آتی ہے؟ کیونکہ محبت کا سچا ثبوت اتباع ہے اور رسول اللہ ﷺ کی محبت تو ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (بخاری) یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

کس قدر افسوس ہے کہ آج جب ہم اپنے آس پاس اور اپنی زندگیوں پر نظر ڈالیں تو محسوس ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری زندگیوں سے کہیں دور ہو گئے ہیں۔ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جن کو اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے، ہم ان کے نام لیوا ضرور ہیں، ان کی ناموس پر جان قربان کرنے کے دعوے بھی کرتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنے نبی ﷺ کو جانتے ہی نہیں۔ عمومی طور پر والدین کی طرف سے غفلت برتی گئی کہ وہ سمجھائیں کہ رسول اللہ ﷺ کون تھے، کس مقصد کے لیے تشریف لائے، ہماری خاطر کیا سہا اور اپنی امت کے لیے کتنی قربانیاں دیں۔ والدین نے اپنی یہ ذمہ داری بھی تعلیمی اداروں کے سپرد کر دی کہ ہماری اولاد کو اچھا مسلمان اور اچھا انسان بھی تم بناؤ، والدین تو بس ضروریات معاش اور مستقبل کی فکر میں الجھ کر رہ گئے اور تعلیمی اداروں میں سیرت کے نام پر ہم کیا سیکھتے ہیں؟ یہ ہم سب پر واضح ہے۔ بچپن میں یاد کئے گیے چند سوالات اور ان کے جوابات، چند تاریخیں اور چند سطریں یاد کروا دی جاتی ہیں، اور ہم سمجھ لیتے ہیں کہ شاید ہم نے رسول اللہ ﷺ کو جان لیا۔ حالانکہ سیرت صرف امتحان میں لکھنے کے لیے چند سطروں کا نام نہیں، بلکہ زندگی گزارنے کا وہ راستہ ہے جس پر چل کر ہم اپنے نبی ﷺ کے امتی ہونے کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں والدین بنایا اور ہمیں امت محمد کی سرپرستی دی، مگر ہمیں ان کو رسول اللہ ﷺ سے جوڑنے کی فرصت ہی نہ ملی۔

ذرا سوچیے! اگر کل بروز قیامت یہی اولاد رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہم سے پوچھے: کہ آپ نے ہمیں رسول اللہ ﷺ سے حقیقی محبت جس کی ہمیں ضرورت تھی وہ کرنا کیوں نہیں سکھایا؟ دنیا کے ہر راستے سے تو روشناس کرایا، مگر اس راستے سے کیوں نہ ملایا جو ہمارے نبی ﷺ ہمارے لیے چھوڑ گئے تھے؟ اس وقت کیا جواب ہوگا؟ ہمیں سب سے پہلے خود سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو کتنا جانتی ہیں؟ ہماری زندگی کے کس پہلو سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم اُن کی امتی ہیں؟ ہماری معاشرتی زندگی اور رویوں میں کہاں سنتِ رسول ﷺ کی جھلک نظر آتی ہے؟ ہم نے اپنے نبی کریم ﷺ سے کتنی غفلت برتی، بھلا کوئی اپنے محبوب کو بھی یوں بھولتا ہے؟ انہوں نے ہماری خاطر دکھ، غم اور تکلیفیں اپنے سینہ مبارک پر برداشت کی، گویا ہر تکلیف اور پریشانی کو پہلے خود سہہ کر ہمارے لیے آسان کر دیا، تاکہ ہم تک آنے والی آزمائشیں کچھ ہلکی اور ٹھنڈی ہو کر پہنچیں اور ہمیں اتنی تکلیف نہ ہو۔ انہیں ماں باپ کی جدائی کی تکلیف سہنی پڑی، انہیں اولاد کی طرف سے آزمائش میں مبتلا کیا گیا۔ انہیں گھر اور پھر شہر سے نکالا گیا، پیاروں کی جدائیاں سہنی پڑی، انہیں اپنوں کی

طرف سے تکلیفیں دی گئیں۔طرح طرح کی باتیں انہیں کی گئی جسے برداشت کرنا بھی ایک انسان کے لیے عبث ہے مگر قربان جاؤں رسول اللہ ﷺ پر، وہ اپنی امت کے غم میں راتوں کو کھڑے ہو کر روتے رہے، ذرا اپنے دل سے پوچھیے، ہم نے کتنی بار رات کی تنہائی میں اٹھ کر اپنے نبی ﷺ کو یاد کیا اور اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ ﷺ کی محبت کا سوال کیا۔ یاد رکھیں! جب تک ہم خود رسول اللہ ﷺ کو نہیں جانیں گی نہ ہمارا ایمان مکمل ہوگا نہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگی، نہ ہی ہم اپنی اولاد کو محسن اعظم ﷺ سے روشناس کرا سکتیں ہیں۔آج میں اور آپ عہد کریں کہ رسول اللہ ﷺ سے سچی اور بامقصد محبت جس سے ہماری زندگیاں سنت رسول ﷺ کے پیارے اور حسین سانچے میں ڈھل سکیں اس کے لیے کوشش کریں گی۔

(۱) سب سے پہلے خود رسول اللہ ﷺ کو جانیں۔سیرت کی کسی معتبر اور باحوالہ کتاب کا مطالعہ شروع کریں اور سیرت کے وہ اوراق اپنے ذہن میں تازہ کریں جو ہم نے کبھی نہیں پڑھے یا قصداً ان کو فراموش کر دیا۔

(۲) خاص طور پر سیرت کا وہ پہلو جس میں تکالیف، مصائب اور آزمائش کا تذکرہ ہے اس کا مطالعہ کریں۔کیونکہ ہم عورتوں کا یہ سب سے کمزور پہلو ہے کہ ہم اپنی زندگی میں پیش آنے والی ان تکالیف اور مصائب کو کسی اور نظریے سے دیکھتی اور سمجھتی ہیں۔

(۳) اپنی اولاد کے دلوں میں محبتِ رسول ﷺ کا وہ چراغ روشن کریں جو اُن کو پوری زندگی راستہ دکھاتا رہے۔ہماری اولاد رسول اللہ ﷺ سے سچا عشق کریں ایسا عشق جو ان کے کردار اور اعمال میں جھلکتا ہو۔یہی درحقیقت اصل تربیت ہے۔اولاد کے لیے اعلیٰ تعلیم اور اونچے مراتب کا شوق ضرور رکھیں مگر سب سے پہلے انہیں رسول اللہ ﷺ کی حقیقی محبت سے روشناس کروائیں۔ایک بچے کو اس کے بچپن سے ہی یہ معلوم ہونا چاہیے کہ درحقیقت ان کے ہیرو کون ہیں؟ انہیں کس کی اتباع کرنی ہے؟ ہر معاملے میں انہیں کس کا اسوہ سامنے رکھنا ہے؟

(۴) کوشش کریں کہ ہماری زندگی کا ہر پہلو اسوۂ حسنہ کی جھلک بن جائے، ہمارے گھر کے ہر کونے سے سنت کی خوشبو آئے، اور ہماری گفتگو، لباس، اخلاق، کھانے پینے اور معاملات، ہر چیز میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع نظر آئے۔گھر میں ایسا پاکیزہ ماحول ہوگا تو امت کے لیے ایسے رجال کار تیار ہوں گے جن کی امت کو اس وقت ضرورت ہے۔

(۵) ایک آخری کام ہم سب کی یاد دہانی کے لیے کہ 24 گھنٹوں میں سے ایک مقررہ وقت روزانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مختص کر دیں۔ اس کے لئے حضرت شیخ حفظہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمودہ ''مجلس حضوری'' سب سے زیادہ مفید ہے۔ گھر کی تمام خواتین اور بچیاں اس کو اپنے روزمرہ کے معمولات کا سب سے اہم حصہ سمجھیں۔ کسی صورت ناغہ نا کریں۔ چند ہی دنوں میں آپ اس کا اثر اپنے دل اور گھروں میں خود محسوس کریں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین

اور جس دن ہمیں محسوس ہو کہ ہماری زندگی سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ میں ڈھل رہی ہے، ہمارا ہر قدم اسی راستے پر ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا، ہمارے عمل سے سنت کی خوشبو اور زبان سے درودِ پاک کی مہک آتی ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیتے ہی دل کو سکون ملتا ہے۔ سمجھ جائیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں اترنے لگی ہے۔ اور پھر اس کا اللہ تعالیٰ نے انعام بھی تو کیسا دیا؟ ذرا غور تو کیجیے! اللہ تعالیٰ نے صرف یہ نہیں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرو تو میں تم سے محبت کروں گا، بلکہ آگے بڑھ کر ایک اور عظیم انعام ارشاد فرمایا: وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ''اور تمہارے گناہ بھی بخش دیے جائیں گے۔'' سوچیے! اس سے بڑھ کر اور کیا انعام ہو سکتا ہے کہ ہمارا رب ہم سے محبت کرے، اور پھر ہماری خطاؤں اور گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔ آج سے ہی اپنے دعوائے محبت کو اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سچا ثابت کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا راستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع سے ہو کر گزرتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ

جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ

بقیہ: حضرت محمد بن قاسم الثقفی رحمۃ اللہ علیہ

میں شامل کیے، اسلام کی دعوت کو عام کیا اور ایسا منظم انتظامی نظام قائم کیا جسے مؤرخین نے سراہا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات اگرچہ سیاسی انتقام کے نتیجے میں ہوئی مگر آپ کی فتوحات، عدل، کردار، اخلاص اور قیادت آج بھی تاریخ کے روشن ابواب میں محفوظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت محمد بن قاسم الثقفی رحمۃ اللہ علیہ پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائیں اور ہمیں ان کی شجاعت، دیانت، عدل، حکمت اور دین کی خدمت کے جذبے سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین۔

کارگزاری شعبہ جات

کارگزاری مرکز سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الحمدللہ مرکز میں اجتماعی ترتیبات معمول کے مطابق جاری ہیں۔ گزشتہ ماہ سے اب تک مرکز کے وزٹ کی غرض سے تقریباً 7 وفود تشریف لائے، انہیں مرکز کا دورہ کروایا گیا اور تعارف بھی کروایا گیا۔ حضرت حفظہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مجلس حضوری کی باقاعدہ ترتیب بنائی گئی۔ مجلس کی ترتیب جاری ہے۔

مرکز بلال کے گرد و نواح میں بہت سی تعداد میں غیر مسلموں کی آبادی ہے جنہیں مقامی زبان میں مڑتیچے بولتے ہیں۔ فوری طور پر رابطے میں رہنے والے دوستوں سے علاقوں اور رہبروں کی ترتیب بنائی۔ 3 جماعتیں بندہ اپنی نگرانی میں لے گیا اور اپنے مقامات تک چھوڑ آیا۔

کارگزاری میں مرکز کے قریبی شہر مقبول آباد میں 13 ہندوؤں تک دعوت پہنچی اور 10 کلومیٹر دور 13 چک میں جو جماعت گئی تھی ان کی ملاقات ایک پادری سے ہوئی اور وہ اپنے چرچ میں لے گیا۔ سب سے پہلے اس نے پانی پلایا۔ جس پر وہ متاثر ہوا اور کہا کہ یہاں مقامی لوگ نفرت کرتے ہیں ہمارے ہاتھ سے پانی نہیں پیتے۔ پادری نے کہا کہ اپنے بڑے استاد سے دعاء کروائیں، ہم تقریباً 200 لوگ ہیں اکٹھے مسلمان ہوں گے، اپنا نمبر بھی دے دیا۔ حضرت حفظہ اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

شعبہ سیدنا مُصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لدعوۃ الا یمان

سالانہ اجتماع دو روز جاری رہا۔ دعوت کے فضائل، داعی کی صفات، مسلم معاشرے میں کفر کی خفیہ سرگرمیوں اور مسلمانوں کے لائحہ عمل، بے دینی (سیکولر، لبرل، الحاد وغیرہ وغیرہ) کے اسباب و علاج، لاالٰہ اِلا اللہ کی دعوت کے مشن و جہاد کے اثرات، عیسائیت کا تعارف اور عیسائیت کا رد، ردِ مرزائیت اور نعمتِ جماعت اور اس کے انعامات پر حضرات علماء کرام کے پرمغز، ایمان افروز اور مدلل بیانات ہوئے۔

نومسلمین کی کارگزاریوں کو ان کی اپنی زبانی سنا گیا۔سیلف ڈیفنس کی عملی تربیت بھی دی گئی۔الحمدللہ اختتامی دعاء کے بعد اسی اجتماع سے عملی دعوت کے لئے 24 گھنٹے کی آٹھ (8) جماعتوں کو غیر مسلم آبادیوں کی طرف نقد روانہ کیا گیا،جس کی کارگزاری درج ذیل ہے۔

جماعتوں کے خروج کی تعداد: 7۔ بہاولپور کے مختلف علاقوں میں ان کی تشکیلات ہوئیں۔تمام جماعتوں میں اوسطاً دس افراد شریک تھے۔جماعتوں کی واپسی کے بعد ان سب کی تفصیلی کارگزاری سنی گئی جو کہ نہایت حوصلہ افزا تھی۔کئی جگہوں پر غیر مسلمین نے کہا کہ ہم تو آپ لوگوں کے منتظر تھے۔ساتھی غیر مسلمین سے ملاقات کے لیے بطور تالیف قلب فروٹ بھی لے کر گئے جس کے اچھے اثرات سامنے آئے۔ایک چرچ کے پادری سے ملاقات بہت امید افزا رہی اور اس نے متاثر ہو کر مزید ملاقات جاری رکھنے کے ارادے پر اپنا نمبر بھی خود دیا۔ مزید ملاقاتوں میں 200 افراد کے ایک پورے گاؤں سمیت متعدد افراد کے قبول اسلام کی بھی امید ہے۔غیر مسلم ملاقاتیں تقریباً 55۔مسلم ملاقاتیں تقریباً 35۔

مدرسہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (آن لائن)

کارگزاری جولائی (محرم الحرام ۱۴۴۸ھ)

روزانہ 20 منٹ درسِ قرآن اوسط شرکاء ایک سو دو۔روزانہ 15 منٹ درسِ حدیث شریف اوسط شرکاء اکیس۔ہفتہ واری درسِ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرکاء سات سو پچپن۔

سلسلۂ تصحیح تجویدِ قرآن برائے خواتین روزانہ سبق سنانے والی مستقل شریکات پینتالیس۔

سلسلۂ تصحیح تجویدِ قرآن برائے مرد حضرات روزانہ سبق سنانے والے مستقل شرکاء نو۔

سلسلۂ احیائے سنتِ نبویہ کورس: الطِّیبُ (خوشبو) شرکاء ستائیس۔دو روزہ صفر المظفر (فضائل، اعمال و تاریخ) شرکاء بیالیس۔سلسلۂ غزوات و سرایا کورس شرکاء دس۔تین روزہ کورس فضائل و مسائل نماز شرکاء بیالیس۔تین روزہ کورس فضائل و مسائل عمرہ شرکاء ایک سو انتیس۔آن لائن قرآن اکیڈمی کے تحت روزانہ ناظرۂ قرآن پڑھنے والے مستقل بچے اور بچیاں 14۔دس روزہ چائنیز لینگویج کورس شرکاء بتیس۔15 روزہ اے آئی جرنلزم ماسٹر کلاس شرکاء سترہ۔اصلاحی بیان بعنوان محبت الٰہی شرکاء انتالیس۔

بقیہ صفحہ ۳۳ پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادعیہ نبویہ (صلوٰۃ اللہ علیٰ صاحبہا)

اَللّٰھُمَّ جَدِّدِ الْاِیْمَانَ فِیْ قُلُوْبِنَا

ترجمہ یا اللہ! ہمارے دلوں میں ایمان تازہ فرما دیجئے۔

۱ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان اس طرح تمہارے دل میں بوسیدہ ہو جاتا ہے جیسے کپڑا بوسیدہ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کرو کہ تمہارے دلوں میں ایمان کو تازہ فرما دیں۔

حاکم، رقم ۱/ ۴

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَوْدِعُكَ نَفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ

ترجمہ یا اللہ! میں اپنی جان، اپنے گھر والوں اور اپنے مال کو آپ کی امان میں دیتا ہوں۔

۲ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا: اگر کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔

ابن حبان، رقم ۲۶۹۳

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ

ترجمہ یا اللہ! ہمیں علم نافع عطاء فرما دیں اور ایسے علم سے جو نفع نہ دے پناہ عطاء فرما دیجئے۔

۳ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے علم نافع مانگا کرو اور ایسے علم سے جو نفع نہ دے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہو۔

ابن ماجہ، رقم ۳۸۴۳

مکتبۂ عرفان لاہور

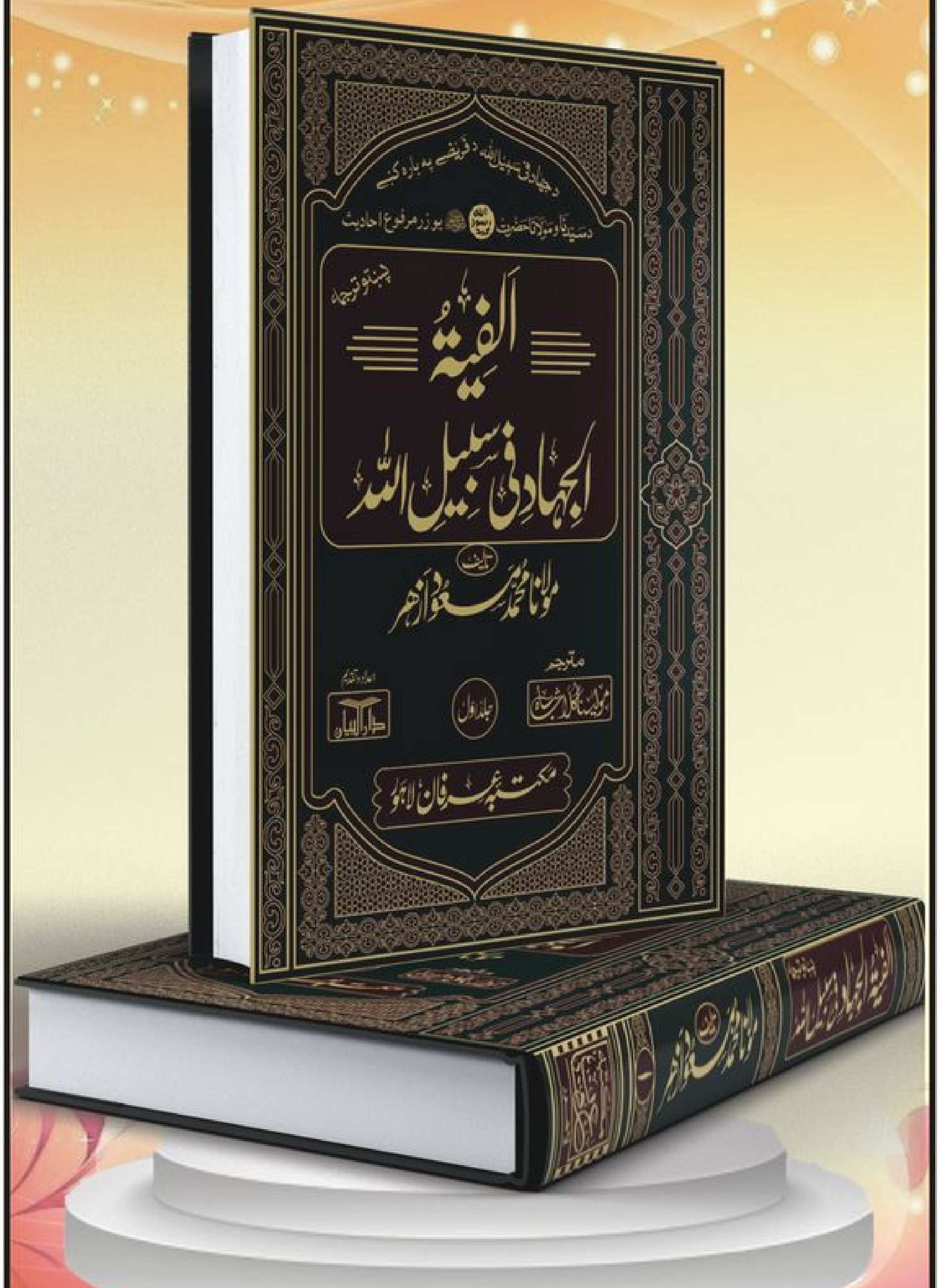

اسٹاکسٹ
مکتبہ ابن مبارک
حق سٹریٹ
اردو بازار۔ لاہور
موبائل:
0321
4066827